کتاب کا دوسرا اڈیشن ہی، اس مین جنگ یا ہنگامی صدمات کے لئے ضروری علاج و ہدایات ہین، جو ٔ اسکاوٹ یا دوسری امدادی انجمنون کے اراکین کے لئے بہت مفید ہی، چھوٹی تقطیع کے تقریباً ۱۵۰ صفحون پر چھپی ہے، آخر مین انگریزی الفاظ کے معنی بھی دئے ہین، مصنف سے ۱۲ سکہ عثمانی یا ۸ کلدار پر مل سکتی ہو،

قبضۂ فجی، مشہور اشتراکی روسی حکیم ٹالسٹائی کا ایک رسالہ ہو جسے مرحوم مدر لینڈ کے پریس نے انگریزی مین شایع کیا ہے، قیمت ۲ر، صداقت پریس پٹنہ سے مل سکتا ہو،

اعظم ترین انسان مسٹر عبد السلام خان سی پی کے ایک نوجوان انگریزی دان مسلمان ہین، اُنھون نے مختلف غیر مسلم مورخین کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہو کہ جناب رسالت مآب صلعم کی ذات سب سے اعظم ترین تھی، ایک نوجوان کی یہ محنت ضرور قابل ستائش ہو، لیکن کاش کہ خود ان کے دل مین بھی اپنے پیمبر کی کچھ عزت ہوتی، کہ نام کے بعد درود و سلام کا کوئی لفظ لکھدیتے، رسالہ انگریزی زبان مین ہی، ضخامت ۶۰ صفحات قیمت ۸ر مسٹر عبد السلام خان، مدرس انجمن اسلامیہ اسکول ناگپور،

سر سید کی دینی برکتین، عرصہ ہوا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے حیدرآباد کے ایک مجمع کے سامنے اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی اور وہ رسالہ کی صورت مین چھپ گئی تھی، اب حافظ قمر الدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور نے اسے چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہو، قیمت ۴ر

شاہین و دراج مولوی راشد الخیری صاحب کی فسانہ نگاری تعارف سے مستغنی ہے، دار الاشاعت پنجاب لاہور نے سلسلۂ کہکشان کی ساتوین کڑی کے طور پر اسے شائع کیا ہے، فسانہ دلچسپ، عبرت انگیز اور سبق آموز ہو، تکرار و کثرت ترادف کا عیب اس مین بھی موجود ہو، کتاب چھوٹے سائز کے ۹۰ صفحات پر ہے لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸ر دار الاشاعت سے طلب کیجئے،

روداد انجمن اردو جامعہ الہ آباد، الہ آباد یونیورسٹی مین انجمن اردو کے قیام کا ذکر آچکا ہو یہ رپورٹ اسکی افتتاحیہ کاروائی کے حالات پر مشتمل ہو، اسکا بہترین حصہ مسٹر اے یوسف علی صاحب کا اردو پر عالمانہ خطبہ ہے،

عدد پنجم	ماہ شوال ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۳ء	مجلد یازدہم

مضامین

شذرات

اعلیٰ حضرت فرمانروائے دکن کی حکومت کو اسلامی ہند کی علمی و تعلیمی امور مین جو عمیق دلچسپی ہی، اس کا اثر یہ ہے کہ اس وسیع ملک کے طول و عرض مین جہان کہین بھی خیر و برکت کا کوئی چراغ روشن ہے، سرکار نظام کا دست انور اسکی ضیاء افروزی کے لئے بلند ہی، **ندوۃ العلماء** اور اُسکے **دار العلوم** کو ایک مدت سے اپنی قسمت کا گلہ تھا کہ اونکی اہمیت اور عظمت کے باوجود، حیدرآباد مین اوس کے ہمدردون کی کافی تعداد موجود ہونے کے باوجود، ارکان ندوہ کی پیہم عرضداشتون اور اپیلون کے باوجود، اور خود سرکار آصفی کے التفات کرم اور توجہات منت کے باوجود، اب تک اُنکو دولت آصفیہ کے فیض سے محرومی ہی رہی، چند سال ہوئے ندوہ کے بلند نظر بھکاریون کا کشور دکن کے داتا سے یہ سوال تھا کہ ۵۰۰ ماہوار اور پچاس ہزار یکمشت رقم تکمیل عمارت کے لئے عطا ہون مگر سردست صرف ۳۰۰ ماہوار منظور ہوئے جن کے لیے وہ شکر و منت اور خلوص و عقیدت کی دعاؤن کی نذر، آستانۂ اقدس مین پیشکش کرتے ہین، اور اس بڑے داتا سے دست بدعا ہین کہ وہ اس کے دامن کو جس نے ہمارے کشکول کو چاندی کے ٹکڑون سے بھرا ہے، اپنے مہر و کرم کے لازوال خزانہ سے بھر دے،

اجرش دہد خدائے کہ گرد است یاوری
باآن کسان کہ ناصر و یاور نداشتند

پچھلے پرچہ مین انگورہ کی علمی مجلس اور اوسکی علمی تحریک کی نسبت جو کچھ سپرد قلم ہوا تھا وہ

ایک دوست مقیم مکہ معظمہ کی تجویز کی بنا پر تھا، ۲۵ اپریل ۲۳ سنہ کو، انگورہ سے شیخ عبد العزیز شادیش کا ایک مکتوب کرم مورخہ ۱۲ اپریل ۲۳ سنہ موسومہ اڈیٹر معارف بدست ہوا جس مین شیخ موصوف نے اپنی مجلس کا مختصر حال تحریر فرما کر علم دوست یاران ہند سے مدد کی درخواست کی ہی، یہ علمی مجلس ترکی کے صیغۂ **امور شرعیہ** کے ماتحت ہی، اور اس کا نام "تدقیقات و تالیفات اسلامیہ ہئیت علمیہ سی" ہی

شیخ موصوف کے خط کا بلفظہ ترجمہ حسب ذیل ہی:

"ہماری انجمن "اسلامی اکاڈمی" کو اردو کی ہر قسم کی **کتب**، تاریخی، مذہبی، اقتصادی معاشرتی، سیاسی کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہم کو اپنے برادران ہند کے خیالات و آراء سے واقفیت ہو، اس لیے مین اپنی مجلس کی طرف سے آپ سے درخواست کرتا ہون کہ اُسکے لیے اردو، فارسی، عربی، انگریزی کتابین مہیا کیجیے ہم آپ کے پاس اپنی مجلس کا تازہ لٹریچر بھیجتے رہینگے، ازراہ عنایت اپنا رسالہ معارف جاری کر دیجئے،

ہم کو اپنے ناظرین اور اس تحریک کے ہمدردون سے پوری توقع ہی کہ وہ اس مختصر لیکن اہم تجویز کو کامیاب بنانے مین ہماری مدد کرینگے، اور زر چندہ، نوعیت چندہ کی تخصیص لکھکر دفتر مین بھیجینگے ہم چاہتے ہین کہ ذیقعدہ کے ختم تک اس فرض سے سبکدوش ہو جائین، ضروری کتابون کی فہرست عنقریب شائع ہوگی ازراہ کرم پچھلے معارف کے متعلقہ شذرات کو اس وقت سامنے رکھ لیجئے،

خواتین عالم کی کانفرنس جو امسال اٹلی کے پایۂ تخت روما مین منعقد ہو رہی ہے، (گذشتہ پرچہ مین غلطی سے سوئزرلینڈ لکھ گیا ہی) اس کے اغراض و مقاصد کی تفصیل اس ہفتہ کی مصری ڈاک مین

آگئی ہے، جو متعدد دفعات پر مشتمل ہو، عورتون کی عقلی وادبی ترقی، مردون کے ساتھ قانونی مساوات عورتون کو مردون کے ناجائز مظالم سے بچانا، ازدواجی تعلقات کی اصلاح، عورتون کو مردون سے بے نیاز ہو کر اپنا مستقل وجود قائم کرنا کہ وہ مردون کے دست کرم کی ممنون، اور ان کے دوش منت پر بار نہ ہون، لیکن غور کرو کہ اسلام کے ان احکام کی موجودگی مین مسلمان خواتین کو کسی ایسی جمعیت کی ضرورت ہو؟ یا اس باب مین مزید قانون کی حاجت ہو،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ — عورتون کے مردون پر نیکی کے ساتھ وہی حقوق
" " " — ہین جو مردون کے عورتون پر ہین،

خطبۂ حجۃ الوداع مین ہزارہا مسلمانون کے مجمع مین پیغمبر اسلام نے اعلان فرمایا،

فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ اِنَّ لَكُمْ — لوگو! عورتون کے حقوق کے باب مین خدا
عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا — سے ڈرو، ہان، تمھارا حق عورتون پر ہے
" " " " — اور ان کا حق تم پر ہو،

ہان اس مین شک نہین کہ وہ حقوق کی قانونی مساوات کے ساتھ ساتھ مردون کی عورتون پر کسی قدر اخلاقی واعزازی برتری کا قائل ہو، ٹھیک اس طرح جس طرح ایک چھوٹے عزیز کا مساوات حقوق کے باوجود اپنے بڑے عزیز کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے،

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ — مرد، عورتون کے نگران کار اور سرحرے ہین

عربی مین قام علی الشئ کے معنی ہوتے ہین" کسی چیز کی دیکھ بھال، حفاظت، اور اوسکی اچھائی اور برائی کی نگرانی اور اوسکی اصلاح وترقی کی کوشش" یہ ایک لفظ" قَوَّامُونَ" ان تمام لطیف مطالب کی تشریح کر رہا ہے جو قانون کے دفاتر مین نہین سما سکتا،

انھین اشارات سے معلوم ہوگا کہ اسلام کی نگاہ مین عورتون کی عزت مثل پھول کے ہے، جسکی حفاظت کی خاطر کانٹون کی صف کی حاجت ہو، اور یہی مردون کا سب سے خوشگوار فرض ہو، پیغمبر اسلام نے ایک موقع پر "عورت" کو "شیشہ" سے تعبیر کیا ہو، جس سے عورت کے متعلق اسلام کے خیال کی لطافت اور نزاکت کس قدر بلیغانہ انداز مین واضح ہوتی ہے،

اسی کا اثر ہو کہ اسلام نے عورتون کو بیرون خانہ کی زحمت سے بچایا ہو، اور نفقہ کے فرض کا بار مرد کے دوش وبازو پر ڈالا ہو، کہ یہ نازک پھول صرصر حوادث سے پژمردہ نہو، اور یہ لطیف شیشہ مشکلات روزگار کی ٹھوکرون سے چور نہ ہو، اسی لئے اگر ایک معتدبہ زمانہ تک شوہر اپنے اس فرض سے غافل رہے تو عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ عدالت شرعی مین جا کر اپنے وجود کو اس مشئوم ہستی سے علٰحدہ کرالے، اور پھر وہ کسی اور سعید روح سے اپنا پیمان محبت باندھے،

اسلام نے جو اخلاقی اور اعزازی برتری مردون کو عطا کی ہو اوس کے فلسفہ کی خود تشریح کردی ہے،

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ — مرد عورتون کے نگران اور سردھرے ہین

کیون؟ اول اس لئے کہ صنف اول کو صنف دوم پر فطری ترجیح اور فوقیت ہے، جسکا مشاہدہ نباتات اور حیوانات تک مین ہو رہا ہو، اسی نکتہ کو قرآن پاک نے یون ادا کردیا،

بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ — اس لئے کہ خدا نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا کی ہو

دوم اس لئے کہ، مرد مشکلات روزگار کا خود سینہ سپر ہو کر، اپنی گرانمایہ زندگی کو خطرات مین ڈال کر، سخت محنتون، زحمتون، اور جفاکشیون کو سہکر، سامان حیات تیار کرتا ہے اور اس کے

نتیجہ مین وہ عورتون کو شریک کرتا ہے، اس لئے انصاف یہ ہو کہ اون کو کسی قدر اعزازی ترجیح ملنی چاہیے،

وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ — اور اس لئے کہ مرد اپنی کمائی عورتون پر صرف کرتے ہین

یورپ، بدقسمت یورپ، عیسائی یورپ، تمدن جدید کا بیمار یورپ ان عادلانہ اور منصفانہ فرائض وحقوق زناشوئی سے محروم ہے، ناچار وہ ان کو غیر فطری تدابیر سے حاصل کرنا چاہتا ہے، اگر "انجمن خواتین" کی تحریک یورپ مین کامیاب ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ اس دن سے عورت فطرت کی ایک مستقل نوع قرار دیجائیگی، اور پھر یہ کہنا مشکل ہوگا کہ عالم کے تسلسل اور بقا کیلئے ہر دو انواع انسانی کا اتصال مکانی ممکن بھی ہوسکے گا یا نہین، بلکہ صلاح یہ ہے کہ خواتین یورپ جب زندگی کے مشکلات وخطرات کو مردون سے بے نیاز ہوکر مردانہ وار خود گوارا کرنے کے لئے تیار ہورہی ہین، تو مردان یورپ بھی زنانہ وار بقائے نسل انسانی کی ذمہ داری خود تنہا گوارا کرلین، اور خود داری کے ساتھ اس معاملہ مین صنف ثانی کی امداد واعانت سے انکار کردین، کیا "کواری مریم" کی پرستار بیٹیان، اور بن باپ کے پیدا ہونے والے "خدا کے فرزند" اس باہمی معاہدہ پر اپنی پسندیدگی کی عملی مہر ثبت کرینگے؟

یورپ کی عیسائی عورتون کا اقتصادی حیثیت سے کوئی مستقل وجود نہین، وہ کوئی جائداد نہین رکھ سکتی ہین، اونکی تمام جائداد اونکے شوہرون کی ملکیت ہو، مگر اسلام اس حیثیت سے اون کو مستقل وجود بخشتا ہے، اور ایک اخلاقی و اعزازی برتری کے علاوہ تمام حقوق مین اونکو مساوی قرار دیتا ہے،

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔

خدا نے جو ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے اوسکی تمنا نہ کرو اپنی کمائی کے مالک مرد ہین، اور عورتین اپنی کمائی کی،

یورپ کی مادر تمدن کا سب سے پہلا فرزند امریکہ ہے، دیکھنا چاہیے کہ جہان ایجادات و اختراعات، تمول وعیش پسندی، تکلف وتصنع، آرائش وآسائش کے ہزارون عجائبات وطلسمات پیدا ہوئے، کیا قلوب کی تسکین، نفوس کی راحت، اور بیتاب روحون کی سکینت کا بھی کوئی سامان پیدا ہوا، کہا جاتا ہو کہ مشرقی ممالک مین وہ امن وامان، راستون کی درستگی، مسافرون کے آرام وحفاظت، ڈاکوون اور چورون کی بیخکنی اور حصول دولت، اور دفع افلاس کے ذ[رائع] اسباب نہین جو آج مغرب کے گوشہ گوشہ مین ہین، لیکن باین ہمہ نتیجہ کیا ہے؟
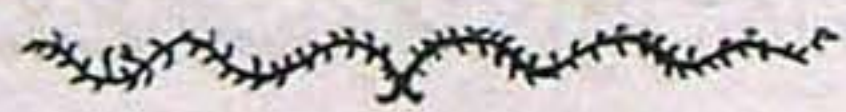
ایک اخبار راوی ہے کہ گذشتہ بارہ ماہ مین صرف ایک ملک ولایات متحدہ امریکہ مین ایک لاکھ بیس ہزار جانین، خودکشی کے دیوتا کے بھینٹ چڑھین، ان خودکشی کرنے والون مین ۹، لاکھ پتی تھے، ۶۴ دولتمند اور ۸۰ مہاجن، ۳۸۰ کالجون کے طلبہ، ۵۰ پروفیسر، ۱۹ پادری، ۵۲ جج اور قانون پیشہ اصحاب، ۴۸ ڈاکٹر اور ۱۰۰ بڑے بڑے کارخانون کے مالک اور منتظمین تھے، ان خودکشی کرنے والون کے اصناف پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین نوع انسان کی ہر صنف داخل ہے اور بڑی تعداد ان مین ارباب جائداد ودولت کی ہے، اور اہل علم اور علمائے دین کی تعداد بھی کم نہین، معلوم ہوا کہ اس تمدن کے دور حکومت مین نہ تو دولت

وجائداد تسکین بخشتی ہے، نہ علم ومذہب! مشرق کو قلب کی تسکین اور روح کی طمانیت، تسلیم و رضا، صبر وقناعت اور ایمان ویقین سے حاصل ہوتی ہے، اور یہ وہ جنس ہے جو مغرب کی بڑی بڑی تجارتگاہون، عالیشان کارخانون اور معمور دکانون مین نہین ملتی! مشرق کے غیرمامون سے غیرمامون ملک کو لے لو اور ہم کو نشان دو کہ کس ملک کے ڈاکوؤن اور چورون نے ایک لاکھ بیس ہزار جانین ایک سال مین برباد کی ہین، چین مین سو پچاس آدمیون کو ابھی ڈاکوؤن نے لوٹ لیا اور چند کو مار ڈالا اس پر یورپ مین اخبارون مین تلاطم برپا ہے، لیکن سوا لاکھ مقتولین کے لیے آنسو کا ایک قطرہ بھی تم نے بہتے دیکھا! فیا للعجب

هم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

جناب معظم علی اور مولنا آزاد سبحانی صاحب کی طرف سے، اخبارات مین شردھانند جی کی ملاقات اور اسلام اور آریہ سماج مین مصالحت کی جو گفتگو شائع ہو رہی ہے، ہم اوس کے متعلق اپنی عادت کے خلاف اپنی ناراضی کو نہین چھپا سکتے، یہ کیا ذلیل خوشامد ہے جو آج اسلام کی طرف سے اوس کے بہادر فرزند اوس کے حریف کی اسلئے کر رہے ہین کہ وہ اوس کے قتل سے باز رہے، شردھانند جی مسلمانون کی غفلت مین اپنی کوششون کا جو فائدہ اچانک اُٹھا سکتے تھے اُٹھا چکے، اب لامحالہ اون کو سپر ڈالنا ہے کہ آئندہ زمین اون کے لیئے ہموار نہین، ایسی حالت مین اون سے چند مسلمانون کا جاکر منت سماجت کرنا اسلام کی غایت درجہ توہین ہے، اور اہانت آمیز قبول احسان ہے، مسلمانون کو تو اوس وقت تک دم نہین لینا ہے جب تک وہ اپنے تمام کھوئے ہوئے بھائیون کو نہ پالین، اِس وقت ممکن ہے کہ شردھانند جی مسلمانون پر احسان دھرتے ہوئے اپنے خطرناک کھیل سے باز آجائین، لیکن دیکھنا کہ چند ہی سال کے بعد

مسلمانون کو اس ہنگامی مصالحت کی خبر سے غافل دیکھکر وہ نئی زمین درست کرکے اپنا دوبارہ حملہ ضرور شروع کرینگے، آخر مین سوامی جی کو تسکین دینا ہے کہ گو ہندوستان کے محدود جغرافی حصہ مین وہ چند اعداد کی کامیابی حاصل کرلین مگر سال کے آخر مین جب وہ پورے حدود ہند مین اپنی میزان بیٹھائین گے، کہ امسال کیا اونھون نے کھویا، اور کیا پایا، تو اوس وقت اون کا گھاٹا اونکے منافع سے زیادہ ہوگا، اور مجموعی طور سے ہندؤن کی آبادی مین کوئی زیادتی نظر نہ آئیگی،

فتنۂ ارتداد کے سلسلہ مین یہ تاریخی حقیقت بے نقاب ہونی چاہیے کہ ہندوستان مین بہادر نومسلم راجپوت اورنگ زیب عالمگیر کی خونی تلوار کے زخم خوردہ نہین، بلکہ اکبر جہانگیر اور شاہجہان کے لطف وکرم اور اسلام کی سادگی، مساوات اور اخوت عامہ کی تلوار کے گھائل ہین اورنگ زیب کی تلوار کو ٹوٹے ہوئے دو ڈھائی سو برس گذر چکے مگر اب بھی وہ کون سی تلوار ہے جو آج بھی ہندوستان کی نامسلم آبادی کو زخمی اور مجروح کر رہی ہے، کیا آریہ مبلغین کو اب بھی ہندوستان مین اورنگ زیب کی تلوار بے نیام چمکتی نظر آتی ہے، اگر آتی ہے تو یہ خاکِ دولت آباد کے مدفون لاش کی سب سے بڑی کرامت ہے،

مقالات

معجزات

اور

اسباب خفیہ

از مولانا عبد السلام ندوی

اِنسان کے علم و یقین کا سرچشمہ صرف مشاہدہ بلکہ تکرار مشاہدہ ہی، جدید تہذیب و تمدن، اور فلسفہ و سائنس نے دنیا کے نظام مین جو حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیا ہی، جو عجیب و غریب چیزین پیدا کردی ہین، اور جن اختراعات و ایجادات کا انبار لگا دیا ہی، وہ بظاہر معجزہ معلوم ہوتی ہین، لیکن ہم اون کو معجزہ نہین سمجھتے اس کے برخلاف جب ہمارے سامنے قدیم دور کے عجائبات آتے ہین، تو ہم کو موجودہ علل و اسباب پر قناعت نہین ہوتی، بلکہ اون کے لیے علّت و معلول کا ایک نیا سلسلہ قایم کرتے ہین جو ہمارے دسترس سے باہر ہین، ہم زمانۂ قدیم کی سربفلک عمارتون کو دیکھتے ہین تو ہم کو نظر آتا ہی کہ یہ کام معمولی دست و بازو کا نہین ہوسکتا، جن لوگون نے اِن عمارتون کو تعمیر کیا ہی، وہ معمولی تن و توش کے لوگ نہ ہونگے، بلکہ قدرت نے اون کے ڈیل و ڈول کو ہم سے بہت کچھ مختلف پیدا کیا ہوگا، ہم کو صحیح تاریخی واقعات کی بنا پر معلوم ہے کہ عوج بن عنق کوئی غیر معمولی شخص نہ تھا، تاہم صرف ہماری اِس توہم پرستی نے اوس کو عجیب الخلقت بنا دیا ہی، آخر اس اختلاف حالت کا کیا سبب ہی؟ اس کا جواب صرف یہ ہی کہ آج جو کچھ ہو رہا ہی

اوس کے علل و اسباب ہمارے پیش نظر ہین، اور زمانۂ قدیم مین جو کچھ ہوا، اوس کے اسباب و دواعی ہماری ظاہر بین نگاہ کے سامنے نہین ہین، اس بنا پر ہم اون کے لیے غیر معمولی اسباب کے فرض کرنے پر فطرۃً مجبور رہین،

معجزہ ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب چیز ہی، وہ اون لوگون سے صادر ہوتا ہی، جو اپنے زمانے مین درحقیقت غیر معمولی اِنسان تھے، وہ نظام فطرت مین ایک ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کردیتا ہی جس کے علل و اسباب کا ہم کو مطلق علم نہین ہوتا، اِس بنا پر اگر اوس کو نظام فطرت اور سلسلہ علل و اسباب سے بالاتر خیال کیا جاتا ہی، تو یہ کوئی تعجب انگیز امر نہین، بلکہ فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہی، لیکن اِس عجز و نیاز کے ساتھ کبھی کبھی انسان کی فطرت نہایت مغرور بھی ہوجاتی ہی، وہ اپنے آپ کو تمام اسرار کائنات کا کلید بردار سمجھتی ہی، اور جو چیزین اِس سلسلہ سے الگ نظر آتی ہین، اون کا کلیۃً انکار کردیتی ہی، اسلام مین جب معجزات پر علمی حیثیت سے بحث شروع ہوئی تو اِنسانی فطرت کی اس ناہمواری نے افراط و تفریط کی صورت مین ظہور کیا، اور معجزات کے متعلق تین گروہ پیدا ہوگئے،

(۱) حکمار کے نزدیک معجزات کا صدور کسی حالت مین نہین ہوسکتا،

(۲) اشاعرہ کے نزدیک ہر حالت مین ہوسکتا ہی،

(۳) معتزلہ کے نزدیک مخصوص حالتون مین معجزات کا صدور ہوسکتا ہی،

اِس اختلاف کا مبنیٰ صرف یہ ہی کہ دنیا مین کوئی سلسلہ علل و اسباب ہی یا نہین؟ اور اگر ہے تو اوسکو توڑا جاسکتا ہی یا نہین؟ حکمار کے نزدیک چونکہ دنیا کا نظام ایک خاص اسلوب اور ایک خاص انداز پر چل رہا ہی جس کی خلاف ورزی کسی حالت مین ممکن نہین، اسلیے معجزات کا صدور (جن کا وجود اس قدرتی نظام کے مخالف ہوتا ہی) کلیۃً ناممکن ہی،

اشاعرہ کا گروہ بالکل حکما کا حریف مقابل ہی، اون کے نزدیک دنیا مین کوئی سلسلہ علل و اسباب

قایم نہین ہی، اِس بنا پر معجزات کا صدور ہر حالت مین ہو سکتا ہی، اور اوس سے نظام فطرت مین کسی قسم کی تبدیلی واقع نہین ہوتی،

معتزلہ نے ایک معتدل روش اختیار کی ہی، اون کے نزدیک دنیا مین سلسلۂ علل و اسباب قایم ہی لیکن خداوند تعالیٰ مخصوص اوقات مین اِس سلسلہ کو توڑ دیتا ہی، اور اسی حالت مین معجزات کا ظہور ہوتا ہی، لیکن اِس مسئلہ کے فیصلہ کے لیے ہم کو سلسلۂ علل و اسباب کے وجود و عدم سے قطع نظر کر کے خود معجزات کی تاریخ اور نوعیت پر غور کرنا چاہیے معجزات کا ظہور جس زمانے مین ہوا ہی، اوس مین لوگ اگرچہ سلسلۂ علل و اسباب سے کلیۃً نا آشنا نہ تھے تاہم کسی نے اون کا انکار اس بنا پر نہین کیا کہ وہ اس سلسلہ کے مخالف ہین اونکا اعتراض صرف اِس قدر تھا کہ ان معجزات کا ظہور جس روحانی طاقت سے ہوا ہی، وہ ساحرون کی قوت نفسیہ سے ممتاز نظر نہین آتی، یہی وجہ ہی کہ یہ لوگ انبیار کو ساحر کے لقب سے پکارتے تھے، لیکن جو لوگ خود ساحرون کی انتہائی قوت کا تجربہ رکھتے تھے، اون کو علانیہ اس مین امتیاز نظر آتا تھا، اِسی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو گروہ سب سے پہلے ایمان لایا وہ انہی ساحرون کا گروہ تھا، اس لحاظ سے ہم کو معجزہ کے اثبات کے لیے سلسلۂ علل و اسباب کے انکار کی ضرورت نہین، ہم کو صرف اس قدر ثابت کرنا کافی ہی کہ دنیا مین روحانی طاقت کا وجود ہی اور نظام فطرت پر اوس کا اثر پڑ سکتا ہی، اگر دنیا مین اِس قسم کی کوئی طاقت ہی تو وہ خود سلسلۂ علل و اسباب کی ایک کڑی بن سکتی ہی، اور اوس کے ذریعہ سے جو امور واقع ہو سکتے ہین اون کو نظام فطرت کے مخالف نہین کہا جا سکتا، انبیار کے اکثر معجزات کے ظہور کا سبب یہی روحانی طاقت ہوتی ہی، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین،

وظهور معظم المعجزات یکون من اسباب ثلاثة احدها کونه من المفهمین فان ذلک یوجب انکشاف بعض الحوادث ویکون

اکثر معجزات کا ظہور تین سبب سے ہوتا ہی، ایک یہ کہ وہ شخص مفہمین سے ہو، کیونکہ یہ بعض واقعات کے انکشاف قبول دعاء اور ظہور برکات کا سبب ہوتا ہی، اور برکت

سببا لاستجابة الدعوات وظهور البرکات فیما بورک علیه والبرکة اما زیادة نفع الشی بان یخیل الیهم مثلا ان الجیش کثیر فیفشلوا او بصرف الطبیعة الغذاء الی خلط صالح فیکون کمن تناول ضعف ذلک الغذاء او زیادة عین الشی بان تنقلب المادة الهوائیة بتلک الصورة لحلول قوة مثالیة ونحو ذلک من الاسباب التی لیعسر احصاءها والثانی ان تکون الملاء الاعلیٰ جمعة الی تمشیة امره فیوجب ذلک الهامات واحالات و تقریبات لم تکن لتعهد من قبل فینصر الاحباء ویخذل الاعداء ویظهر امر اللہ ولو کرہ الکافرون، (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۶۷)

یا تو اس طرح ہوتی ہی کہ کسی چیز کے نفع مین اضافہ ہو جاتا ہی، مثلاً کفار کو یہ تخیل پیدا ہو جاتا ہی کہ لشکر بہت بڑا ہی، اسلئے وہ لوگ پست حوصلہ ہو جاتے ہین، یا یہ کہ طبیعت غذا کا استحالہ خلط صالح کی طرف کر دیتی ہی، اور اِس حالت مین آدمی کو معلوم ہوتا ہی کہ اوس نے دوگنی سہ گنی غذا کھائی، یا کسی چیز کی مقدار اس طرح بڑھ جاتی ہی کہ قوت مثالیہ کے حلول سے مادہ ہوائیہ کا انقلاب اوس صورت مین ہو جاتا ہی، اس قسم کے اور بھی اسباب ہین، جن کا شمار نہین کیا جا سکتا، دوسرے یہ کہ فرشتگان ملاء اعلیٰ پیغمبر کی کامیابی پر اتفاق کر لیتے ہین اس کی وجہ سے بہت سے الہامات، بہت سے تغیرات و حالات پیش آتے ہین جو پہلے دیکھے نہین گئے تھے، اسلئے اوس پیغمبر کے دوستون کی تائید ہو جاتی ہی، اوس کے دشمن ذلیل ہو جاتے ہین، اور خدا کا دین غالب ہو جاتا ہی

شاہ صاحب نے ان معجزات کا اصلی سبب اگرچہ پیغمبر اور ملاء اعلیٰ کی روحانی طاقت کو قرار دیا ہی، تاہم وہ کلیۃً سلسلۂ علت و معلول سے علحدہ نہین کیے جا سکتے، قلیل التعداد فوج کا زیادہ نظر آنا، خلط صالح کی طرف غذا کا استحالہ ہو جانا، مادہ ہوائیہ کا دوسری صورت مین منقلب ہو جانا، دوستون کا غالب اور دشمنون کا مغلوب ہو جانا اکثر اسباب طبعی ہی کا نتیجہ ہوتا ہی، البتہ یہ چیزین کبھی کبھی ایک ایسی غیر معمولی صورت مین نظر آتی ہین کہ ہم اون کو سلسلۂ علل و اسباب سے بالاتر خیال کرتے ہین، چنانچہ شاہ صاحب تفہیمات آلٰہیہ مین لکھتے ہین،

انما المعجزات والکرامات امر اسبابیة

معجزات اور کرامات اسبابی امور مین داخل ہین، البتہ ان

غلب علیہ السبوع فبائنت سائر الاسبابیات ،

کمال اس قدر غالب ہوگیا ہی کہ تمام اسبابی چیزون سے الگ ہوگئی ہین،

لیکن ان دو صورتون کے علاوہ معجزات کی ایک تیسری صورت بھی ہی، جس کا وجود بالکل علت و معلول کے سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہوتا ہی، چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہین،

والثالث ان تحدث حوادث لاسبابها الخارجیة من مجازاة العصاة وحدوث الامور العظام فی الجو فیجعلها اللہ تعالیٰ معجزة له بوجه من الوجوه اما لتقدم اخباره بها او ترتب المجازاة علی مخالفة امره او کونها موافقة بما اخبر من سنة المجازاة او امر مما یشبه ذلک،

اور تیسری صورت یہ کہ حوادث کا وقوع مثلاً نافرمان لوگون کی سزا، اور فضا مین غیر معمولی چیزون کا پیدا ہونا، اسباب خارجی کی بنا پر ہو، لیکن خداوند تعالیٰ اون کو کسی نہ کسی طرح پیغمبرون کا معجزہ بنادے، مثلاً یہ کہ پیغمبر نے پہلے سے اوس کی خبر دی ہو، یا یہ سزا اوس کے مذہب کی مخالفت پر دی گئی ہو، یا وہ سزا وجزا کے اوس اُصول کے موافق ہو، جس کی خبر پیغمبر نے دی ہی، یا اوس کے مشابہ کوئی دوسری صورت ہو،

طوفان نوح، صرصر عاد، زلزلہ ثمود، سنگساری قوم لوط انہی اسباب خارجی کا نتیجہ تھی، لیکن چونکہ ان انبیاء نے پہلے سے ان کی خبر دیدی تھی، اسلئے اون کو اونکا معجزہ قرار دیاگیا، ایک عجیب بات یہ ہی کہ جن لوگون کو اس عذاب الٰہی سے نجات دی گئی، اون کو بھی اسباب خارجی ہی کا محتاج ہونا پڑا، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اسی غرض کے لئے پہلے ہی سے کشتی تیار کرلی تھی،

حقیقت یہ ہی کہ ہم اگرچہ معجزات کے علل واسباب کو نہین بتا سکتے، تاہم ہمکو یہ معلوم ہے کہ معجزات کا صدور انہی خصوصیات کے ساتھ ہوتا ہی، جو دنیا کی تمام مسببات ومعلولات کے لئے لازمی ہین، دنیا کی تمام چیزون کا وجود اوس وقت ہوتا ہی، جب اون کے اسباب جمع ہوجاتے ہین، موانع وعوائق اوٹھ جاتے ہین،

اون کے لوازم موجود ہوجاتے ہین، اون کے تمام اضداد کا انتفاء ہوجاتا ہی، معجزات وخوارق کا صدور بھی اسی اصول کے موافق ہوتا ہی، طوفان نوح آیا تو اونہی اسباب ولوازم کے ساتھ آیا جن کے ساتھ عموماً طوفان آتا ہے،

ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر وفجرنا الارض عیونا،

ہم نے برسنے والے پانی کے ذریعہ سے آسمان کے دروازے اور زمین کے چشمے کھولدیئے،

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہین،

کسائر ما یحدثه اللہ من الامور الخارقة للعادة فانه لا یحدث شیئا الا باحداث اسباب

تمام وہ امور جو خارق عادت ہوتے ہین، بغیر اسباب وارتفاع موانع کے نہین پیدا ہوتے،

یہی وجہ ہی کہ انبیاء سے صرف وہی معجزے صادر ہوئے، جو سلسلۂ علل واسباب کے تحت مین داخل ہوسکتے تھے، اور جو چیزین بالکل محال تھین، مثلاً جمع اضداد اور اجتماع النقیضین وغیرہ اون کو کسی پیغمبر کا معجزہ قرار نہین دیا گیا، محالات ہی کی تخصیص نہین، بلکہ معجزات کے لئے صرف امکان عقلی بھی کافی نہین، بلکہ امکان عادی کی ضرورت ہی، بہت سی چیزین ایسی ہین جو عقلاً ممکن ہین اور اون کے فرض کرلینے سے کوئی محال لازم نہین آتا، بایںہمہ اون کو کسی پیغمبر کا معجزہ قرار نہین دیاگیا، دریا کے پانی کا دودھ ہوجانا، کسی پہاڑ کا یاقوت یا سونا بن جانا عقلاً محال نہین، لیکن وہ کسی پیغمبر کا معجزہ قرار نہین دیاگیا، اس کے بخلاف دریا کا خشک ہوجانا، پہاڑ سے چشمہ کا اوبلنا، انبیاء کے معجزات مین داخل ہی، کیونکہ امکان عقلی کے ساتھ اون کے وقوع کا بھی امکان تھا، اور یہی امکان وقوعی ہے جو اشیاء کو سلسلۂ علت ومعلول کے ساتھ وابستہ کردیتا ہے، ورنہ عقلاً تو چند چیزون کے سوا کوئی چیز محال نہین،

اصل یہ ہی کہ ہم کو بہت سی چیزون کا سبب معلوم ہوتا ہے، لیکن اون کے وجود وتاثیر سے ہم

بے خبر ہوتے ہین، ہم کو یہ معلوم ہو کہ مقناطیس لوہے کو جذب کر لیتا ہے، لیکن ہم کو اس کی مطلق خبر نہین کہ وہ کیون، اور کس طرح جذب کرتا ہے؟ باایں ہمہ ہم اس کو سلسلۂ علل و اسباب سے الگ نہین سمجھتے، بعینہ اسی طرح ہم کو معجزات کے اسباب معلوم ہین، ہم یہ جانتے ہین کہ دریائے قلزم کے خشک ہونے، اور پہاڑ سے چشمہ کے پھوٹنے کا سبب حضرت موسی علیہ السلام کا عصا تھا، لیکن اگر ہم اوس عصا کے خواص و تاثیر سے واقف نہین ہین، تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہم ان معجزات کو سلسلۂ علل و اسباب سے بالکل الگ کر دین،

انقلاب الامم

طبع دوم

از مولانا عبد السلام ندوی

موسیو لی بان فرانسیسی کی مشہور تصنیف (جماعتون کے کیفیات نفسیاتی، اور قومون کی ترقی و تنزل کے اسباب و بواعث) کا ترجمہ چھپکر تیار ہے، یہ دار المصنفین کے حلقۂ اشاعت کی پرانی کتاب ہے، چند سال سے ناپید تھی، اور شائقین کی طلب جاری تھی، اب اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے، لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ، قیمت عہ

منیجر

روسو کے ایک رسالہ کا ترجمہ

مقدمۂ مترجم

از صاحبزادہ ظفر حسین خان صاحب سب ڈپٹی انسپکٹر وارس پیلی بھیت

ہمارے "فلسفی دوست" ظفر حسین خان صاحب، جن کی خصوصیت خاص یہ ہو کہ وہ اب تک فیصلہ نہ کر سکے کہ فلسفہ اور ادب مین ترجیح کس کو ہے، آج مدت کے بعد ہماری مجلس مین تشریف فرما ہوتے ہین، اور آتے ہین تو اس شان سے کہ اپنے عہدہ اور منصب کے منافی فلسفہ کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہوئے، یعنی روسو کے اس رسالہ کا ترجمہ لیکر جس مین اس نے علوم و فنون کی دھجیان اڑائی ہین،

روسو کو کون نہین جانتا کہ یہ فرانس کا مشہور انقلاب پسند صاحب قلم تھا، جو نہ صرف سیاست مین بلکہ تعلیم، تمدن، علوم ہر چیز مین انقلاب کا داعی اور مبلغ تھا، اس عہد مین جب ہمارا ملک خود ایک انقلابی دور سے گذر رہا ہے دوسرے ممالک کی اس منزل سفر کے حالات سے باخبر رہنا مناسب ہوگا،

اصل رسالہ تو مستقل چھپے گا، اس وقت معارف کے ذریعہ پہلے روسو کے اردو دان ناظرین سے تعارف کرانا چاہتے ہین، اور اس غرض سے مترجم کا مقدمہ ہدیۂ ارباب بصیرت ہے، مقدمہ کے زیر بحث مسائل مین سے دو اچھوت الفاظ کی "شدھی" کا مسئلہ قابل ذکر ہو

ہمارے دوست سوقی، عامیانہ اور غیر فصیح ہندی الفاظ کے عدم استعمال کے اصول کو تسلیم نہین کرتے، ان کا دل ان پنچ اقوام کے الفاظ پر آتا ہی در مند ہے، جس قدر سنا ہے کہ سوامی شردھانند جی کا دل اچھوت نومسلمون کی حالت زار پر کڑھتا ہے، لیکن ہمارے دوست معاف کرین کہ ہم ان کی اس تحریک کو فتنۂ ارتداد ہی سے تعبیر کرینگے،

غم عشاق نہو۔ سادگی آموز بتان   کس قدر خانۂ آئینہ ہے ویران مجھ سے

روسو کو "تعلیم" اور "سیاسیات" کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کوپرنکس کو ہیئت سے اور کینٹ کو الٰہیات سے ہے۔ اس نے بھی، ان دونون کی طرح، متعارف نقطۂ نظر کو یکسر الٹ دیا ہے اور آج دنیائے سیاست و تعلیم کا بیشتر حصہ جو کچھ دیکھتا ہے، روسو ہی کے زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے،

دیباچہ کے حدود تفصیل کے متحمل نہین ہو سکتے، سردست صفحات ذیل کی وساطت سے روسو کا محض تعارف کرا دینا مقصود ہے، اگر ملک و قوم نے چاہا تو آئندہ اس کے اصول تعلیم و فلسفہ سیاست مدن کا ترجمہ بھی پیشکش ہو سکیگا کہ اصل روسو یہی ہے، یہ رسالہ جو اس وقت ناظرین کے ہاتھ مین ہے کہنا چاہیے کہ اُس کی ایک قلم برداشتہ تحریر ہے، جس مین منطقی ترتیب و استدلال پر خطیبانہ پیرایۂ بیان کو مقدم رکھا ہے، یہ اس کے انوکھے خیالات کا سب سے پہلا مستانہ مضمون ہے،

اصلاً یہ ایک انعامی مضمون تھا، جس کے سر عنوان کا اعلان، فرانس کی ممتاز بزم علمی یعنی انجمن دیژان[1] کی طرف سے ہوا تھا اور اہل قلم کو دعوت انعام دی گئی تھی، روسو نے، اس کے اندر، دل کھول کر علم و فضل کے پرخچے اُڑائے اور چونکہ مضمون انجمن کے معتقدات کا چبھتا ہوا رد تھا، اس لئے، روسو کو مطلق توقع نہ تھی کہ اسے انعام ملیگا، لیکن انجمن دیژان نے مضمون کو قدر کی نظر سے دیکھا اور ۱۷۵۰ء مین روسو کو انعام ملا، یہ سب سے پہلا خراج تحسین تھا جو روسو نے مشاہیر

[1] Academy of Dijon

فرانس سے وصول کیا، یہ رسالہ روسو کا نام منظر عام پر لے آیا اور اس کی شہرت کا سنگ بنیاد ثابت ہوا، اس کے البیلے خیالات سے واقف ہونے کے لیے تو ناظرین کو رسالہ کے صفحات کی جانب رجوع کرنا چاہیے، یہان صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ روسو کے دل مین عرصہ سے جو مواد پک رہا تھا وہ راہ پا کر اس مضمون مین پھوٹ نکلا: تمدن جدید کے اطوار جو تمامتر بناوٹ اور نگاوٹ پر مشتمل ہین، دور فطری سادگی اور سچائی سے خالی ہین، روسو کے نظر مین ۱۷۴۹ء سے کھٹک رہے تھے، جب کہ اس کا تعلق وینس کے سفارت خانہ سے تھا، اور یہ پھوڑا نوک نشتر کا منتظر تھا جو آخر کار انجمن دیژان کے عنوان مضمون نے ہم پہونچا ہی دیا،

اس رسالہ کا شائع ہونا تھا کہ محفل علم و ادب مین ہل چل مچ گئی اور رفقا، علما، ادبا، غرضکہ ہر طبقہ سے اس کی تردید مین آوازین بلند ہونے لگین، حتی کہ شاہ پولینڈ نے بھی گویا اپنے مرتبہ سے اتر کر، روسو کی تردید مین رسالہ لکھا، لیکن اس تنقیدی لے دے نے روسو کے نام کو اور چمکا دیا، شاہ پولینڈ کی تنقید نے، روسو کا تعارف یورپ کے فرمانرواؤن سے کیا، پادریون کے فتوؤن نے اسے ارکین کلیسا سے روشناس کرایا، اہل ادب کی نکتہ چینیون نے، دنیائے ادب مین شہرت دی اور اخبار نویسون کی چھیڑچھاڑ نے گھر گھر روسو کا نام پہنچا دیا،

لیکن یہ شیر بیشۂ حکمت[1] اپنے دل مین خوش تھا کہ اوسکی شہرت اور اس کے خیالات کی اشاعت کا گویا غیب سے سامان ہو رہا تھا، اور اپنے عقاید کی تبلیغ تو وہ سودا تھا، جس کو ہزار عزتون کی قیمت پر خریدنے مین بھی اُسے کبھی پس و پیش نہ ہوا،

افشائے راز عشق مین گو ذلتین ہہین   لیکن اُسے جتا تو دیا جان تو گیا

مادر فطرت کا سیدھا سادھا بچہ "فطری انسان" جس کو تمدن نے زبردستی گود لیکر "مصنوعی انسان"

[1] فرانس کے ادبی حلقون مین اس کو اکثر "شیرنر" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا،

بنا دیا ہے، مختلف اسالیب مین، روسو کا موضوع قلم رہا ہی. یہانتک کہ اس کے فلسفہ "فطرتیت" کے زد سے کوئی شعبۂ علم محفوظ نہ رہا، کیا تعلیم، کیا سیاسیات، کیا اقتصادیات سب پر زنتہ رفتہ "فطرتیت" چھا گئی،

اجارہ عمرانیہ[ل] جو مذہب سیاسیات مین صحیفۂ آسمانی کا مرتبہ رکھتا ہی وہ معرکتہ الآرا رسالہ ہی جسمین نظریۂ فطرتیت کا رنگ پختہ ہوکر اور نکھر گیا تھا، اوسکی قوت اثر اور حسن قبول کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہی کہ انقلاب فرانس اسی کا ایک کرشمہ تھا،

اور جس طرح اجارہ عمرانیہ نے حکومت کے دستاویز ایک ٹھیکہ دار کی حیثیت مقرر کرکے شہنشاہیت اور ظل الہیت کے بتون کو چور چور کر دیا تھا، اسی طرح دنیائے تعلیم کے درمیان، روسو کا دوسرا نوشتہ امیل[ے]، بھونچال بنکر آیا اور قدیم درسگاہون کی جڑین ہلا دین. امیل، ناول کے پیرایہ مین روسو کے فطری اصول تعلیم کا دلکش مرقع ہی اور سچ یہ ہے کہ وہ زبان جسکا دامن ان جواہر سے خالی ہو بڑی بدنصیب ہے، آج یورپ کی کوئی زندہ زبان نہین ہی جس مین اجارہ عمرانیہ اور امیل کا ترجمہ نہو گیا ہو اور ان کی مقبولیت کا بیسوین صدی عیسوی مین بھی وہی عالم ہے جو اٹھارہوین صدی عیسوی مین تھا، صرف انگلستان کے متعدد دار الاشاعت مختلف سلسلون مین، اس کے نت نئے اڈیشن شائع کر رہے ہین. سچ ہے.

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

روسو کے واقعات زندگی تو ایک مستقل تصنیف کے طالب ہین، اس مقدمہ کے تنگنائے ظرف مین کیونکر سما سکتے ہین، لیکن ہان سمندر کوزہ مین بھرا جا سکتا ہے تو کہہ سکتا ہون کہ سنہ ۱۷۱۲ء مین فرانس کو اس ولادت کا شرف حاصل ہوا اور دیگر اعلیٰ قابلیتون کی طرح اس نے بھی افلاس کے گود مین پرورش پائی، یعنی جنیوا کے ایک گھڑی ساز کے ہان اسکی روح نے جنم لیا، لیکن آگے چل کر تاریخ شاہد ہے کہ یورپ پر اس کے قلم کی وہ دھاک بیٹھی کہ تخت و تاج تک اس کے سامنے لرزان تھے

ل Social contract　ے Emile ہیرو کا نام ہے

چنانچہ حکومت وقت کے ہاتھون وہ بہت ستایا گیا اور اپنے مذہبی و سیاسی عقاید کے کارن فرانس سے جلا وطن ہونا پڑا تعصب و افترا پردازی کی بن آئی، دشمن کو مغلوب پاکر، طرح طرح کے افسانہ اپنے دل سے گڑھکر اوسکی عصمت پر داغ لگایا، میڈم ڈی ویرن وغیرہ علم دوست رئیس زادیون کے نظر لطف کو، حریف دوسرے پیرایہ مین لے اڑے، اور اسے خوب مطعون کیا. عرفی نے کسی ایسے ہی موقع پر اپنا دل سمجھایا تھا ے

ستم تہمت جہال نہ برباد تو رفت　　یوسف این را متحمل شد و مریم برداشت

اگرچہ روسو نے اپنی زندگی کا سارا کچا چٹھا اپنے "اعترافات"[ل] مین خود کھول دیا ہے اور اپنی سیرت و کردار کی اخلاقی نکتہ چینی مین دشمن کی صاف گوئی سے زیادہ کام لیا ہے اور یہ اخلاقی جرأت تسلیم کرنا چاہئے کہ بجائے خود ایک فضیلت اخلاق ہے، لیکن اس کے دشمنون نے اسکا نامۂ اعمال جس قدر سیاہ دکھانا چاہا ہی، اس مین یقیناً مبالغہ کا شایبہ مستتر ہے،

دیگر علمی مشاغل کے علاوہ، فرانس کی مشہور عالم دائرۃ المعارف کی ترتیب و تالیف کے ساتھ روسو کا تعلق، نیز، قابل ذکر ہے،

جلا وطنی کی سزا کاٹنے کے بعد فرانس واپس آیا، لیکن اب حکومت کی سخت نگرانی مین رہتا تھا، اظہار خیالات کو قدم قدم پر پابندی کا سامنا تھا، بات منھ سے نکالنا دشوار تھی، لیکن حریفون کے دل مین، فرانس کے اندر اس کی "خاموش موجودگی" بھی کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی!

قفس مین ہون گر اچھا بھی نجانین میرے شیون کو　　مرا ہونا برا کیا ہی نوا سنجان گلشن کو

اکتا کر انگلستان چلا گیا، جہان کچھ عرصہ ہیوم کا مہمان رہا اور پھر فرانس کی مٹی نے کھینچ بلایا اور چند روز اور کشاکش دہر جھیلنے کے بعد ۱۷۷۸ء مین، آپ کو حکومت کی طرف سے، اور حکومت

ل Confessions

کو اپنی طرف سے امین کر دیا!

(۲)

روسو، اگر آج زندہ ہوتا تو اس کو اپنی خوش نصیبی پر آپ رشک آتا کہ اگر اس کا اصل رسالہ فرانس کی ایک ممتاز انجمن کی بارگاہ علم مین مقبول ہوا تھا تو اس کا ترجمہ ہندوستان کی ممتاز بزم فضل یعنی دار المصنفین کی جانب سے شایع ہو رہا ہی

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو

انصاف کا خون ہوگا، اگر اس موقع پر روسو کا مترجم، دار المصنفین کی اس علمی رواداری کے اعتراف مین، ادائے شکر سے قاصر رہے، اگر دل کا راز بتانا کچھ بیجا نہ ہو تو کہا جا سکتا ہی کہ جذبات کا تقاضا تو یہانتک تھا کہ یہ ترجمہ بانی انجمن ہذا کے نام نامی کے ساتھ معنون کر دیا جاتا، لیکن مشکل یہ تھی کہ "علم کے پرخچون" کا ایک علامہ کی ذات کے ساتھ انتساب، عقیدت مندی کی نظر مین، گویا علم کے دیوتا سے گستاخانہ مشغول کا، کم از کم، پہلو رکھتا تھا، پس اس احتیاط نے ضبط جذبات فرض کر دیا ورنہ یہ ترجمہ علامہ شبلی نعمانی کے برگزیدہ نام کے ساتھ منتسب کر دیا جاتا،

چند کلمے مجھے ترجمہ کے متعلق، مختصر عرض کر دینا ہین اور بس، اس لیے کہ مین خود، روسو اور ناظرین کے درمیان، زیادہ دیر حائل رہنا، پسند نہین کرتا،

یون تو ترجمہ نویسی کا گویا یہ ایک فیشن ہے کہ مترجم اپنے مقدمہ کے کچھ حصّہ مین تو زیر ترجمہ کتاب کی مخصوص دشواریون کا رونا روتا ہے اور باقی حصّہ، مذہب ترجمہ سے متعلق اپنے خاص الخاص عقائد کی تلقین و تبلیغ مین صرف کرتا ہی، کرتا تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی ہے، لیکن نہ اس قدر کہ بار خاطر ہو جاؤن، مجھے صرف دو باتین کہنا ہین اور بس یہی اس مسئلہ مین میرے رسوخ اعتقاد کی بنیادین ہین

(۱) ترجمہ کا معیار، مترجم خاکسار کے نزدیک یہ ہے کہ جو کیفیت اصل کے پڑھنے سے ذہن پر

طاری ہوتی بعینہ وہی کیفیت، ترجمہ کے پڑھنے سے طاری ہو سکے، اس مقصود کے حصول مین، مترجم کو پوری آزادی ہی کہ وہ اپنی زبان کی ساخت، صرف و نحو، محاورات کی مناسبت سے، زیر ترجمہ عبارت کے الفاظ کے دروبست اور ترتیب مین جو چاہے تصرف کرے، یہ تو آزادی کے حدود ہین، لیکن اس آزادی کے ساتھ پابندی اس امر کی لازم ہی کہ مصنّف کے خیالات کے ساتھ اپنے خیالات آمیز نہ کئے جائین یعنی مصنف کا مفہوم ٹھیک ادا کرنے مین زبان مین جو چاہے تصرف کر لیا جائے لیکن اس کے خیالات مین تصرف نہ کیا جائے اس لئے کہ در اصل محل ترجمہ یہی "خیال" ہے نہ کہ "زبان"،

اس نظریہ کی عملی تفریع یہ ہو گی کہ ترجمہ کے اغراض کے لحاظ سے، سموچے جملہ کو خیال کی "اکائی" مان لینا چاہئے، نہ کہ جداگانہ الفاظ کو، بلکہ فقرات تک کو نہین،

یہ ترجمہ کا آئیڈیل[1] ہے جو مترجم ہذا کے پیش نظر رہا ہے، لیکن، براہ کرم، اس کے یہ معنی ہرگز نہ لیے جائین کہ مترجم کو اس سے کما حقّہ عہدہ برآئی کا دعویٰ ہے، یہ قول ہربرٹ اسپنسر کے آئیڈیل کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ایک ایسا اعلیٰ ذہنی نمونہ ہی جو اگرچہ شمع ہدایت کا کام دیتا ہے لیکن خارج مین اُسکا وجود نہین پایا جاتا!

(۲) دوسری بات قابل گذارش یہ ہی اور یہ ترجمہ کی لائن سے ہٹی ہوئی، زبان کے متعلق ایک عام بات ہے، کہ دور جدید کے بعض اہل قلم ٹھیٹ ہندی برن کے الفاظ کا استعمال اصطلاحی مضامین کی پایۂ تمکنت سے گرا ہوا سمجھتے ہین جسکا لازمی وبال، اُردو کی گردن پر یہ آکر پڑا کہ جس طرح آج کل کے انگریزی خوان تین حصہ انگریزی اور ایک حصہ اردو ملا کر بولتے ہین، دوسرے فریق نے اس کے جواب مین عربی کی اس قدر بھرمار کی کہ اردو کو عربی بنا دیا، اگر ایک فریق کہتا ہے کہ "رینی سیزن[2] نے ساری کام اسٹاپ[3] کر دئے" تو دوسرا فریق اس کے جوڑ مین بولتا ہے کہ "تقاطر امطار علی الاتصال مزاحم نقل و حرکت (ہے)"!!

میرا مطلب یہ ہرگز نہین کہ اردو مین عربی کے نئے الفاظ استعمال ہونا بند ہو جائین،

[1] علمی تخیل، نصب العین یا مطمح نظر، [2] برسات، [3] بند کر دینا،

ضرور استعمال کئے جائین، بشرطیکہ کھپ سکین، اردو مین ہر زبان کے الفاظ جذب کرنے کی صلاحیت ہے، مقصود اصلی یہ ہے کہ ہندی نژاد الفاظ کے ساتھ "ترک موالات" کی ادبی پالسی مین ترمیم کی جائے اور ادب کے دائرہ مین بھی "ہندو مسلم یونٹی" کا پرچار ہو، چنانچہ اردو لٹریچر کے لیڈرون کے آیندہ پروگرام مین ایک مد، "اچھوت ذات کے لفظون کو فروغ دینا بھی" ہونا چاہئے،

شاید ردّ سو کے عین مذاق خیال کی بات بیان، زبان قلم سے نکل گئی،

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہین

اپنے سے کر، نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبہ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہے، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبد الماجد صاحب نے نہایت محنت سے اس کو مرتب کیا ہے اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے، معارف پریس مین چھپی ہے، قیمت ۱۲ر

"منیجر"

لہ اتحاد،

مبادیِ فلسفۂ اخلاق

ازجناب "آثار"

(۱)

نیکی یا حسن خلق کا ابتدائے تمدن سے محمود و مستحسن ہونا مسلم ہے، مگر اس کا معیار ہر زمانہ مین اور ہر قوم مین مختلف رہا، چنانچہ آج بھی حکمائے اخلاق کے دو گروہ موجود ہین، ضمیرین، اور افادین، جو اس مسئلہ مین مختلف ہین، مضمون ہذا مین انہی دونون گروہون کے مسلمات پر تنقید کرنیکی کوشش کیجائے گی،

ضمیرین اور **افادین** مین جو اصل اختلاف ہے وہ یہ ہے، کہ ضمیرین یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ افعال انسانی کا فارق محض ایک حاسہ ہے جو قدرت سے ودیعت ہوا ہے، اسی کا نام **ضمیر** ہے وہ اپنی کارفرمائی مین لذت و الم، مسرت و غم وغیرہ جذبات انسانی سے مستغنی ہے،

افادین اس بات کے قائل ہین کہ افعال انسانی جذبات انسانی کے تحت صادر ہوتے رہتے ہین، اور امر فارق ان کی حیثیت افادی ہے،

اب ہم ضمیرین کے اعتقادات کی تنقیح کرتے ہین تاکہ فلسفۂ افادیت اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے، فرقۂ ضمیرین نے تمام اخلاق کی بنیاد جس چیز پر قایم کی ہے، اور جس کو وہ نیکی اور بدی کا فارق بتاتے ہین، اوس کی تعریف یہ کی ہے کہ "وہ ایک حاسہ ہے جو ہمیشہ انسان کو نیک کام کی طرف راغب کرتا رہتا ہے، اور جو مسرت اور الم دونون کیفیات سے مستغنی ہے، اس تعریف مین تنقیح طلب امور یہ ہین، یہ حاسہ انسان مین پیدا کب ہوتا ہے؟ مسرت اور الم سے استغنا کے کیا معنی؟ تنقیح اول کا جواب ضمیرین نے یہ دیا ہے کہ اس کی تخلیق انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہے مگر تنقیح دوم کا ہم کو

کہین تشفی بخش جواب نہین ملتا، جواب اول کو بھی اگر صحیح مان لیا جائے تو ہم کو بہت سی بدیہی باتون کا انکار کرنا پڑیگا، مثلاً یہ ہم دیکھتے آئے ہین، کہ ایک جاہل محض سے ایک عالم، اخلاق مین افضل و اعلیٰ ہی جو اس مفروضہ کے خلاف ہی، کیونکہ اس کے ماننے سے تو یہ لازم آتا ہی کہ اِس جاہل کو بھی اِس عالم کے اخلاق سے متصف ہونا چاہیئے تھا، اِس لیئے کہ ضمیر کی تعلیم دونون کے لیئے ایک ہی،

ایک ڈاکو اور ایک محنت سے جائز طور پر کمانے والے مین ہم فرق اور تمیز کرتے ہین، مگر یہ ماننے سے کہ ہر انسان مین ضمیر ہی نیک راستہ بتاتا ہی، ہم سخت خلجان مین پھنس جاتے ہین، کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ یہ ضمیر ڈاکو کو راہِ ہدایت نہین دکھاتا، حالانکہ اس کے افعال ضمیر ین کے نزدیک بھی بد ہین، ہمارے مسلمات جن کو ہم آسمانی کہتے ہین، اور جن کا جھیلانا حق تصور کرتے ہین، اون کے نہ ماننے والے کو ہم "کافر" کہتے ہین، مگر اِس مفروضہ کے بعد ہم چپ ہین، کیونکہ ظاہر ہی کہ اِس کافر کے پاس بھی ایک چراغ ہدایت موجود ہی،

اِن مثالون سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ یا تو ضمیر کئی ہین جو نیک اور بد سے تمیز ہوتے ہین، اور اونکا نقصان محض قدرت کے ہاتھ ہی، اور اِنسان بالکل مجبور و لاچار ہی، یا یہ حاسہ دوسرے حاسّون سے ملکر ترتیب پاتا ہی، اور پختگی کے بعد ضمیر کہلاتا ہی، ان مین احتمالِ اوّل نہایت ضعیف اور بے دلیل ہی، ضعف اِس کا یون ثابت ہی کہ آج ایک شخص کو زاہد و متقی دیکھتے ہین جو کل تک تمام بدترین اخلاق کا منبع رہا ہی یا ایک ایسے شخص کو جس کو ہم نے نہایت پرہیزگار دیکھا تھا آج فسق و فجور مین مبتلا پاتے ہین، یہ محض فرض ہی فرض نہین ہی، بلکہ اس طرح کی ہزارون مثالین ہمارے سامنے ہین، پس جب یہ احتمال غیر ثابت ہی کہ ضمیر متعدد نہین اور نہ نیک و بد ہونے مین متمائز ہین تو ضرور ہی کہ ہمارا دوسرا احتمال صحیح ہو یعنی "ضمیر نام ہی کئی حاسّون کے مجموعہ کی پختگی کا"

اب افعال اِنسانی کو لذت و الم سے مستغنی ماننے کی کیفیت یہ ہی کہ زاہد سے پوچھو تو ریاضت

کیون کرتا ہی، عمر سے سوال کرو کہ تو سخاوت کیون کرتا ہی، جواب ملیگا ہم اِس کے عادی، اور ایسا کرنے مین ہمین مسّرت حاصل ہوتی ہی یا نہ کرنے مین قلب کو تکلیف ہوتی ہی، اگر کوئی یہ جواب دے کہ ایسا کرنا فرض ہی اور ہم فرض جانکر کرتے ہین، تو بھی مسّرت اور الم ثابت ہی، اس لئے کہ ادائے فرض سے مسّرت ضرور ہوتی ہی، اور ترک فرض سے تکلیف لابدی ہی،

ایثار اور خود غرضی مین کیا فرق ہی؟ ایک ایسے شخص کو جو رات دن اپنی قوم کی مشکلین دور کرنے مین سعی کرتا رہتا ہی، ہم خود غرض کہتے ہین، مدعی کے پاس اِس کا کیا ثبوت ہی کہ وہ ایثار ہی، خود غرضی نہین، یقیناً اِس موقع پر وہ اِس کے اون کارنامون کو بیان کریگا جو اِس نے قوم کے لیئے کیئے ہین پس اِس نے یہ کارنامے قوم کے فائدے کے لیئے کیئے تھے جن مین وہ خود بھی داخل تھا، یا اوس نے فرض جانکر قوم کی خدمت کی، فرض کے تصور سے ہماری وہی تقریر جاری رہیگی، یعنی ادائے فرض سے یقیناً اس کو مسّرت حاصل ہوئی، اور یہی ثابت ہوگا کہ اِس نے حصول فوائد اور مسّرت کے لئے یہ کارنامے کیئے اور آگے بڑھ کر ضمیر ین سے یہ سوال ہو سکتا ہی کہ تمہارے نزدیک نیکی کیون مستحسن ہی، اور زہد اور پرہیزگاری کے وعظ تم کیون کرتے ہو؟ یقیناً اس کا جواب یہی ملیگا کہ نیکی نہایت عمدہ فضیلت ہی، جس کے حصول کے لیئے ہم وعظ کرتے ہین کہ بنی نوع اِنسان ایک دوسرے کی قدر جانین، اور متحدہ طور پر اپنے آپ کو آزاد و بہو نجائین، اِس حالت مین ظاہر ہی کہ نیکی کا مقصد حصول فوائد ہی،

اِس عقدہ کا حل فطرت اِنسانی کے مشاہدہ سے بھی ہوتا ہی، مثلاً ایک کم عمر لڑکے کو لو اور اوس سے کہو کہ "بیٹا آؤ ہم تمہین پڑھنے کیلئے بٹھا دین کر پڑھنے سے اِنسان شریف ہو جاتا ہی، لڑکا ٹکر ٹکر تمہارا مُنھ دیکھے گا، اور خاک بھی نہ سمجھے گا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اگر اس مفہوم کو تم یون ادا کرو کہ "بیٹا پڑھنے لکھنے سے اِنسان گھوڑا گاڑی پر چڑھتا ہی، اچھے کپڑے پہنتا ہی، بہت سا روپیہ اوس کو ملتا ہی، اور امیر آدمی کہلاتا ہی، لوگ اوسکی عزت کرتے ہین،" تو یہ خیالات اس کے ننھے سے دماغ مین پہونچکر عجیب اثر کرتے ہین، اور آئندہ کے

مسرت بخش خیالات اوس کو بیخود کردیتے ہین، اور بے اختیار چہرے سے مسرت ظاہر ہونے لگتی ہے،
اور آیندہ کا تصور کرکے وہ اُچھلنے کودنے لگتا ہی، یا اوسی لڑکے سے کہدو کہ "تم مدرسہ جایا کرو، اور جب تم مدرسہ سے واپس ہوگے تو ہم تمہین مٹھائی کھانے کو پیسے دیا کرینگے"، پھر دیکھو وہ صبح اُٹھکر کس طرح تم سے پیسون کا اقرار لیتا ہی اور مدرسہ سے واپس آنکر اُن پیسون کا کیسا گرماگرم تقاضا کرتا ہی، گویا اس معصوم کے نزدیک تعلیم کی قدر چند پیسہ روز کی ہی، قرآن پاک کو دیکھو جس سے بڑھکر مسلمانون کے لئے کوئی علم اخلاق نہین، لذائذ جنت اور شدائد دوزخ کی کیسے موثر الفاظ مین تصویر کھینچی ہے، اور کس کس طریقہ سے نیکی کی ترغیب دی ہی، کہ انسان بیخود ہوجاتا ہی، غرض یہی فطرت انسانی ہی جس سے ہم کو یہ سبق ملتا ہی، کہ سرشت انسانی مین ترغیب وتحریص کس درجہ موجود ہی، اور یہین سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ انسان ایسا کوئی کام نہین کرتا جس سے کوئی فائدہ حاصل نہو، ضمیر کا بھی بحیثیت ایک مستقل حاسہ کے بہتر خاتمہ ہوجاتا ہی، اور ثابت ہوتا ہی کہ ضمیر مستقل طور پر کوئی چیز نہین ہی، البتہ حوادثات خارجی سے متعلق جذبات کے تحت اس حاسہ کی تکوین ہوتی ہی، جو اس درجہ طبیعت مین راسخ ہوجاتا ہی کہ پھر انسان کو اپنے اچھے اور بُرے کامون مین معیار کا کام دیتا ہی،

اب رہا یہ سوال کہ حاسہ انسان مین پیدا کیونکر ہوتا ہی؟ اِس کا جواب مشکل ہی، جس کو ہم ونشاء اللہ کئی عنوانات کے تحت آیندہ حل کرینگے، مگر اگلی بحث کو سمجھنے کے لئے بطور مقدمہ کے ذیل مین ہم مسئلۂ اخلاق کی مزید تحلیل کرتے ہین،

اخلاق حقیقت مین اوس روحانی وضع قطع کا نام ہی جس کو وہ مختلف حالات کے تحت اختیار کرلیتا ہی، مثلاً (۱) جب انسان اپنے موافقین اور بے تکلف دوستون مین ہوتا ہی تو اوس کے اخلاق کچھ اور ہوتے ہین (۲) جب کسی اجنبی سے باتین کرتا ہوتا ہی تو کچھ اور طرز اختیار کرتا ہی، (۳) معاملات مین اپنے ماتحتون کے ساتھ اوس کا سلوک کچھ اور ہوتا ہی، (۴) مگر حقیقت مین وہ کچھ اور ہی ہوتا ہی، جس سے

ہم خوش حالی اور مصیبت، غیرت وحمیّت، غضب وجوش رحم وانصاف وغیرہ موقعون پر روشناس ہوتے ہین،

اِنسان کی یہ چارون حالتین اس کے گردوپیش کے واقعات پر منحصر ہین، جیسے حالات ہونگے اوسی طرح کے اِنسان اخلاق بھی دکھاتا ہی، لیکن چونکہ اِن چارون قسمون مین چوتھی حالت کو اہمیّت حاصل ہی اور اصلی چیز اِن ظاہری نقش ونگار مین وہی ہی، لہذا اس کے سمجھ لینے سے ہم اور حالتون کو اچھی طرح جان سکینگے، اخلاق کی تربیت دو طریقون پر ہوتی ہی، ایک **تقلید** سے دوسرے **اجتہاد** سے

عقل جب تک کافی طور پر نشو ونما نہین پالیتی واقعات گردوپیش سے نتیجہ اخذ نہین کرسکتی، اس وقت تک اِنسان محض تقلید کا بندہ رہتا ہی، اور جب عقل وشعور مین زیادتی ہوتی ہی، اور علم بڑھتا ہے تو وہ تقلید سے حاصل کی ہوئی باتون کو اپنے علم اور تجربہ پر کستا ہی، جو باتین اپنے علم کے نقیض معلوم ہوتی ہین اونھین ترک اور جو مطابق معلوم ہوتی ہین اونھین اختیار کرتا ہی، حتّی کہ اس کو علم الیقین حاصل ہوجاتا ہی، اسی کی مدد سے وہ اپنی زندگی کا نظام اخلاق ترتیب دیتا ہی، اور ساری عمر اسی پر کاربند رہتا ہے، یہی وہ حاسہ ہی جس کو چاہو ضمیر کہو، چاہے علم الیقین،

(۲)

نفس اِنسانی کی تحلیل نفس اِنسانی مشاہدہ اور تجربہ کے بعد دو جزو مین منقسم معلوم ہوتا ہی، ایک مدرکات، دوسرے جذبات، اور جذبات مین بھی دو قسمین ہین، ایک مفرد، دوسرے مرکب، مفرد جذبات وہ ہین جو ہر انسان مین یکسان پائے جاتے ہین، جیسے لذت والم، مسّرت وغم، محبت وخوف، غضب وانانیت وغیرہ، اور مرکب وہ جو حوادث دنیا اور مفرد جذبات سے عبارت ہین جیسے رحم وانتقام، غرور وانکسار وغیرہ، جذبۂ رحم- جذبۂ الم اور محبت سے اِن حالات کے تحت جن کے تحت شخص مرحوم ہو، خود اپنی حالت کو تصور کرنے سے ترتیب پاتا ہی، ہمدردی اور ایثار اسی جذبہ کی ترقی یافتہ صورتون کا نام ہے، جذبۂ انتقام- غم وغصہ- انانیت اور شخص منتقم منہ کے طرز سلوک کے تصور سے پیدا ہوتا ہے،

شقاوت قلبی اکثر اسی جذبہ کی ترقی یافتہ صورت ہوتی ہی، غرور۔ انانیت، مسرت و غضب سے حوادث گرد و پیش کے ترتیب پاتا ہے، ظلم جبر۔ اور سنگدلی اِس جذبہ کے نتائج ہین، انکسار۔ جذبۂ غم، خوف اور سلب انانیت کا نام ہی، بے حسی، لاپروائی اور خوش آمد وغیرہ اسی جذبہ کی انتہا ہی، جب جذبات کے متعلق اِس قدر دریافت کرلیا تو اب مُدرکات کو دیکھتے ہین کہ وہ کیا کام کرتے ہین، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اِنسان مادّی اور غیر مادّی چیزون کا ادراک پانچ طریقون سے کرتا ہی، دیکھ کر، سونگھ کر، چکھ کر، چھو کر، اور سُنکر، یہ آلۂ مدرکات ہین جن کو حواس خمسہ بھی کہتے ہین، اس کے علاوہ نفس انسانی مین ایک اور چیز بھی ہی جس پر یہ تمام مدرکات نقش ہوتے ہین، اور ایک خاص قوت کے تحت ترتیب پاتے اور بطور نتیجہ کے ایک رائے قایم کرتے ہین، وہ چیز جس پر یہ مدرکات نقش ہوتے ہین **ذہن** ہی، جو چیز نقش ہوتی ہی وہ **علم** ہے، جو قوت علم کو محفوظ رکھتی ہی وہ قوت **حافظہ** ہی اور جو قوت علم کو ترتیب دیکر نتیجہ مستخرج کرتی ہی وہ **فکر** ہے، اور ان تمام پرزون کو ایک مشین کی صورت مین منتظم کرکے ہم اوس کو **عقل** کا نام دیتے ہین

جب مدرکات اور جذبات کے متعلق اس قدر معلومات ہم نے حاصل کرلین، تو اب یہ نتیجہ نکالنا کچھ دشوار نہین، کہ جذبات مرکب کی ترتیب مدرکات کے ہاتھ مین ہی، اور مدرکات کو غذا دینا خود اِنسان کے ہاتھ ہے، اب پھر غور کرو، ایک اِنسان بچپن سے بڑھاپے تک کن کن اثرات سے موثر ہوتا رہتا ہی، جزئیات کو نظر انداز کرکے ہم بطور کلیہ ذیل کے نتائج پر پہونچین گے،

(۱) والدین اور خاندان کا اثر،

(۲) مذہب کا اثر،

(۳) صحبت کا اثر،

(۴) معلومات و تجربات کا اثر،

اب ہم ان چارون اثرات کی علحدہ علحدہ عنوانات کے تحت نفس انسانی مین اثر پذیری دیکھتے ہین!

(۳)

اثرات خاندانی۔ ایک نوزائیدہ بچہ کو لو اور اوس کے حرکات و سکنات کا غور سے مطالعہ کرو، اوس مین جو جذبات دیکھوگے وہ الم و خوف ہونگے، کچھ دنون بعد پھر دیکھو تو غصہ، مسرت اور محبت وغیرہ پاؤگے، اسی طرح غضب انانیت، غم۔ لذت وغیرہ کو مشاہدہ کروگے، اور پھر جیسے جیسے اِس مین تمیز آتی جاتی ہی اور وہ اپنے عزیزون کے حرکات و سکنات دیکھتے دیکھتے عادی ہوجاتا ہی تو بے تکلف اون کی نقلین اوتارنے لگتا ہی اور یہین سے اخلاق انسانی کی داغ بیل پڑتی ہی،

سرشت اِنسانی مین چونکہ لذت حاصل کرنے کی ایک زبردست تحریص ہوتی ہی، اسلیئے بچہ سمجھ آنے کے بعد ہر اوس فعل کو بے تکلف کر گذرتا ہی، جس مین کچھ بھی اسکو مسرت معلوم ہو، مسرت حاصل کرنے کی جلدی اور مسرت کی مقدار کا تصور اوس کے دماغ مین ایک عجیب اثر پیدا کرتا ہے، کہ وہ عقل کے اُس ذرا سے اشارہ کو جو واقعات سابقہ کی ترتیب کے بعد بطور تنبیہ کے پیش کرتی ہی، کچھ پروا نہین کرتا اور اس فعل کا مرتکب ہوجاتا ہی، چونکہ اون کامون سے جو انسان کی ارتقا، تمدن و تہذیب کے لئے ضروری ہین زیادہ اون کامون مین جو تہذیب و تمدن کے قاطع ہین، بچے کو جلد مسرت حاصل ہوتی ہی، اسلئے وہ انہی کی طرف جن کو ہم برے یا بد افعال سے تعبیر کرتے ہین جھک جاتے ہین، دوسری وجہ یہ ہی کہ وہ قوانین جو ارتقائے تمدن و تہذیب کے لیئے وضع کئے جاتے ہین، تمام تر عقل کے جوہر ہوتے ہین اور بچہ کی عقل مین اسقدر بالیدگی نہین ہوتی کہ وہ اون کو احاطہ کرسکے، اسلئے جو فعل اس کو فوراً نفع بخش معلوم ہوتا ہی اوسی کو وہ کر بیٹھتا ہے، اور جب اسکے اس فعل پر اوس کو تنبیہ نہین کی جاتی تو وہ اس فعل کو پھر کرتا اور پھر کرتا ہی، یہانتک کہ وہ عادی ہوجاتا ہی، اس درجہ پر پہونچکر اگر تعزیر کی جاتی ہی تو نتیجہ الٹا نکلتا ہی اور جذبہ انانیت اور غم کے ماتحت ایک نیا جذبہ پیدا ہوجاتا ہی جس کو ضد یا ہٹ کہتے ہین، اس جذبہ کے استقلال کے بعد پھر وہ تمام عمر نہ صرف اپنے لئے بلکہ سوسائٹی کے لیے مضر ہوجاتا ہی، ایسی مثالین ہم کو کثرت سے

اون گھرانون مین ملتی ہین جن گھرانون کے ذمہ دار ممبر دولت کے نشہ مین یا محبت اور لاپروائی کے باعث
اپنی اولاد کو شتر بے مہار کی طرح اوائل عمر ہی سے آدمیون پر چھوڑ دیتے ہین،

ہم ایک پرائمری اسکول مین جاتے ہین، اور سب سے نیچے کے درجے مین جہان عموماً کم عمر لڑکے
ہوتے ہین ایک کونے مین بیٹھ جاتے ہین، اتنے مین اُستاد اون کے پچھلے سبق کے متعلق سوالات کرتا ہی،
تو ہم دیکھتے ہین کہ بعض لڑکے فوراً بلا تکان خوشی خوشی اور صحیح صحیح ان سوالون کے جوابات دیتے ہین، اور
بعض سوچ سوچ کر اور اٹک اٹک کر کبھی صحیح اور کبھی غلط، اور بعض بالکل ہی چپ رہتے ہین، پھر ہم
دیکھتے ہین اُستاد اون لڑکون کو جنھون نے سوالون کے غلط جوابات دیئے یا ایک سرے سے دیئے ہی نہین،
تنبیہ کرتا ہی، اس تقریر کو بھی ہم بغور معائنہ کرتے ہین، ان مین سے بعضون کو دیکھتے ہین، کہ وہ اس تنبیہ
سے بہت متاثر ہوتے ہین، اور آنکھون مین آنسو بھر لاتے ہین مگر ضبط کرتے ہین، اور بعضون کو دیکھتے ہین کہ
چیخ چیخ کر روتے ہین، اور بعضون کو عذر کرتے دیکھتے ہین، اور بعض ایسے بھی دیکھتے ہین کہ اس تنبیہ کے
بعد ہنسنے لگتے ہین، اور اپنے ساتھیون سے مخول کرتے ہین، اس مطالعہ فطرت سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین
کہ جذبات انسان مین یکسان نہین ہوتے، بعض مین بعض جذبات نمایان پاتے ہین۔ بعض مین کم اور
بعض مین بالکل پست، بعض کے مدرکات کو بہت تیز پاتے ہین، بعض کے متوسط، بعض کو ذہین پاتے
بعض کو غبی اور انہی جذبات کے تحت رجحان انسانی مین بھی اختلاف پایا جاتا ہی، مثلاً جنھین ہم احدی
نکمے اور کم حوصلہ پاتے ہین اون مین قوت فکری اور جذبات مسرت و انانیت نہایت پست ہوتے ہین،
لہذا حسب حال اونکا رجحان بھی اوسی طرف جاتا ہی جس طرف کہ ان چیزون کی ضرورت نہین ہوتی، جیسے
خدمت گاری، کفش برداری، دریوزہ گری وغیرہ، جنھین ہم چالاک اور مختی پاتے ہین اون مین قوت
فکری اور جذبات مسرت و انانیت متوسط ہوتے ہین، ایسے لوگ ہم کو دفتری لائن مین نظر آتے ہین،
جیسے سررشتہ دار، منتظم، ناظر وغیرہ جن کی عقل خوب تیز اور بات کرنے مین اوس کی تہ کو پہونچ جاتے ہین،

خوش مزاج اور بہت بولنے والے ہوتے ہین، اون کی قوت فکری تیز ہوتی ہی، حافظہ کارآمد ہوتا ہی،
مسرت کا اون پر غلبہ رہتا ہی، ایسے لوگ ہر کام کو اہمیت دیکر کرنے والے ہوتے ہین، اون کی مثالین
ہم کو، وکیلون، بیرسٹرون، یا کسی گروہ کے نمایندون مین ملتی ہین، جن کو ہم مطمئن، سنجیدہ، بے حس اور
ہمیشہ فکر مین ڈوبے ہوئے دیکھتے ہین، اون مین جذبۂ انانیت کسیقدر الم کی آمیزش سے پایا جاتا ہے،
ان کی قوت فکری بھی بہت تیز ہوتی ہی، ان مین مسرت بھی پائی جاتی ہی مگر بہت کم، ان کی مثالین ہم کو
گوشہ نشین فلاسفرون، مفتیون، یا کسی قوم کے اون بڑے لوگون مین ملتی ہین جن کو ہم قائد یا رہبر کہتے ہین
اور کسی قدر تغیر کے ساتھ یہی خصوصیات ہم کسی مذہب کے پیشواؤن مین بھی پاتے ہین، اور انہی خصوصیات کو
گہرے رنگ مین ہم اون لوگون مین بھی دیکھتے ہین جو سادھو، جوگی یا چلہ کش فقیر کہے جاتے ہین، اسی طرح
جب ہم کسی کو خوب چالاک اور بڑی لچھے دار گفتگو کرتا ہوا دیکھتے ہین اور جو بہت بنا کے اپنے آپ کو مخاطب
کے سامنے پیش کرتا ہی تاکہ اس کا مخاطب اس سے خوش ہو جائے، یہ وہ لوگ ہوتے ہین جو ذہین تو ہوتے ہین
مگر اون کے جذبات انانیت اور مسرت مین حوادثات زمانہ ایک خاص قسم کا سوچ اور بے حسی پیدا کر دیتے ہین
ان لوگون کو اکثر ہم دلال اور پیشہ ور تاجر پاتے ہین، اسی طرح جب ہم کسی کو سنت اور فرائض سے
لاپروا، بے غم۔ جس کی آنکھین ہر وقت تبسم باز رہتی ہین اور جو اپنی ظاہری وضع قطع کا خوب خیال رکھتا ہی
اور چال ڈھال، بات چیت مین خوب تصنع برتتا ہی، وہ اکثر شہوت پرست اور عیاش ہوتا ہی،

غرض ہر پیشہ اور ہر فن اور طبیعت انسانی مین اس قسم کا فرق دیکھتے ہین، اور چونکہ یہ جذبات
فطری ہوتے ہین اسلئے ان کا دبانا ناممکن ہی، البتہ بچپن کی تربیت اور علم کی مدد سے ہم انہی جذبات کو
عمدہ طریقہ پر ڈھال سکتے ہین، والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد مین ان باتون کا بڑا خیال رکھین، جب
کسی جذبہ مین زیادتی دیکھین، فوراً اوس کے مخالف جذبہ کو برانگیختہ کر دیا کرین، جیسے کسی لڑکے مین جذبۂ
غضب نمایان ہو تو چاہیے کہ تقریر سے مثالون سے نصیحت سے غرض جس طرح ممکن ہو سکے جذبۂ الم کو ابھارین

تاکہ لڑکے کی طبیعت مین سکون ہو جائے، اسی طرح غبی اور سست لڑکے کی قوت فکری کو، مردہ دل اور کم حوصلہ مین جذبہ انانیت کو، مغرور کے جذبات غم کو اُبھارتے رہین، مگر اس کا خیال رکھین کہ اون کے نطری رجحان کے بالکل خلاف بھی نہ کرین، اسلیئے کہ اس سے بھی نقصان ہوتا ہے، ایک اچھا وکیل مقدس مسجد کا ملا نہین بن سکتا، ایک سنجیدہ اور متین آدمی دلاّلی اور تجارت نہین کر سکتا، تنہائی پسند آدمی ڈاکٹری کے لیے موزون نہین ہو سکتا وغیرہ، اِن خلاف طبیع پیشون کی مثالین ہم کو اون لوگون مین ملتی ہین جو اپنے موجودہ پیشہ سے بیزار رہتے ہین اور اوس مین مطلق ترقی نہین کر سکتے اور اُن کے جذبات ادنھین اُبھار اُبھار کر دوسرے پیشون کی طرف لیجاتے ہین۔

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اوس کے عہد بہ عہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ نا پید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عہ

منیجر

فلسفۂ ترغیب

(۲)

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی

کی

ابلہ فریبیان

از جناب مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

اب تک ہم اس عقیدہ کے طریق استعمال اور اس کی مثالون سے بحث کرتے رہے، آؤ اب یہ دیکھین کہ خود اس نام نہاد "عقیدہ" مین حقیقت اور صداقت کہان تک پائی جاتی ہے، اس عقیدہ کو اپنے دماغ کے سامنے لاؤ، اور غور کرو کہ "انجام خیر کے لئے وسائل شر بھی جائز ہین" ان الفاظ سے کیا مفہوم نکلتا ہے، ذرا سے تفکر سے تمھاری سمجھ مین آجائیگا کہ اس عقیدہ کو تسلیم کرنا، ایک دوسرے خیال کو بھی مستلزم ہے، اور وہ یہ کہ "برائی سے بھلائی پیدا ہو سکتی ہے" خواہ یہ کہنا ہی کہ وسائل شر سے انجام خیر پیدا ہو سکتا ہے، اس دوسری "حقیقت" کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اس کے بعد دوسری بات جو ذہن مین آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر سب لوگ اس خیال کے حامی ہو جائین "کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہے"، تو دنیا مین کوئی بدترین فعل ایسا نہ رہے کہ جسے اس کی روشنی مین حق بجانب ثابت نہ کیا جا سکے، "ظلم و تشدد" اس خیال کے موید ین کے نزدیک مذموم نہین ہو سکتے، اس لئے کہ ان سے اگر بجا ہین تو خطا وار کیفر کردار کو پہونچتے ہین، اگر بیجا ہین تو "مظلوم" مین حریت اور بیداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے"، بقول خضر

تونے وہ ٹھوکر لگائی چشم ملت کھل گئی ،

اسی طرح چوری کو بھی افعال قبیحہ کی فہرست سے خارج کیا جاسکتا ہی، اس مین دو فائدہ ہین ایک طرف تو چور کا جو شاید حاجتمند ہی، کام نکلتا ہی، اور دوسری طرف لوگون کو اپنی چیزون کی حفاظت کا زیادہ خیال ہوتا ہی، غرض اس نرالی منطق سے ہر بد سے بدتر فعل بھی اچھا ثابت کیا جاسکتا ہی، حتی کہ قمار بازی، اور شراب خواری کے جواز کا فتویٰ بھی دیا جاسکتا ہی،

نعوذ باللہ من شرور انفسنا

اب دیکھنا یہ ہی کہ یہ خیال کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہی، کس حد تک اور کن معنون مین صحیح ہے، مثال کے طور پر "ظلم وتشدد" کو لو، فرض کرو کہ ہمارے ایک دوست تاریخی واقعات سے یہ ثابت کرتے ہین کہ طاقتور اقوام کے ظلم وتشدد نے چھوٹی اقوام مین بیداری کی روح پیدا کی ہی، اس حد تک ہم ان کے ہمخیال ہین، لیکن آگے چل کر اسی بنا پر وہ ہم سے یہ منوانا چاہتے ہین کہ "ظلم وتشدد" قطعی طور پر مذموم نہین ہین، اس کا صرف ایک جواب ہی، اور وہ یہ کہ "ظلم وتشدد" بجائے خود قطعاً مذموم وقابل نفرت ہین، اگرچہ اس سے اتفاقیہ طور پر اچھے نتائج بھی ظاہر ہوتے ہین، یاد رکھو کہ

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد

کا یہ مفہوم ہرگز نہین ہی کہ ہر شر مین بالاصل خیر موجود ہی، ہم مانتے ہین، اور تجربہ بھی بتاتا ہی کہ برائیون کے سابقہ اور انکی مقاومت سے اکثر لوگ اپنے عیوب درست کر لیا کرتے ہین، لیکن اس خیال کا تجزیہ کرو تو یہ حقیقت کھلتی ہی کہ "ظلم وتشدد سے کسی نتیجۂ خیر کا ظاہر ہونا محض اتفاقی ہی، ممکن ہی کہ نہ ہو، اور دوسرے یہ (اور یہ بہت اہم ہے) کہ اگر کبھی اچھا نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہی، تو یہ ظلم وتشدد سے نہین بلکہ ان کے مقابلہ اور مقاومت کی بدولت ظاہر ہوتا ہی پس ہمارے دوست کا یہ کہنا کہ ظلم وتشدد بالاصل باعث خیر ہے غلط ہی اور خیر وشر کی درمیانی حد فاصل کو مٹا دیتا ہی، ہر ظالمانہ فعل کی صفت اصلی ظلم ہی، اور ہمیشہ رہیگی الصدق

حسن والکذب قبیح کا حلیہ تمام خیر وشر پر یکسان طور سے حاوی ہی،

ظلم کے نتائج، بلحاظ اس کے حقیقی معنون کے، دوسرون کو جسمانی یا روحانی تکلیف دینا ہی، مثلاً ایذائے بدنی، یا غصہ، قہر، غم اور اسی قبیل کے جذبی ہیجانات پیدا کرنا، یہ سب باتین جیسی کچھ خراب ہین ظاہر ہی ہے، ظلم کی اس حقیقت کے باوجود اگر اس سے اتفاقیہ طور پر کسی اچھے نتیجہ کا ظہور ہو تو ہم یہ نہین سکتے کہ خیر کا مخرج کوئی ظالمانہ فعل ہی، بلکہ یون کہو کہ اس خیر کا ظاہر ہونا شخص مظلوم کی صفات اخلاقی پر منحصر ہے بے قصور افراد پر جو ظلم کیا جاتا ہی اس سے ہرگز کسی نتیجہ خیر کے نکلنے کی امید نہین ہو سکتی مجرمون پر جو ظلم وتشدد کیا جاتا ہی، اس سے البتہ اچھا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہی، لیکن اس فرقہ مین بھی ایسے افراد موجود ہوتے ہین جنکو ظلم بجائے راہ راست پر لانے کے، اس سے اور برگشتہ کر دیتا ہی، ان باتون کے علاوہ ایک اور بات بھی باقی رہتی ہی اور وہ یہ کہ ظلم کا اثر اگر مظلوم پر اچھا بھی ہو تب بھی ظالم پر اس کا اثر کسی طرح اچھا ہو سکتا ہے، کسی فعل کا اثر صرف مفعول کی ذات تک محدود نہین ہوتا، بلکہ فاعل بھی اخلاقی یا جسمانی یا ذہنی حیثیت سے اس سے متاثر ہوتا ہی،

اس بحث مین ظلم کو محض بطور مثال کے لیا گیا ہی، ورنہ ہر شر پر انھین نتائج کا انطباق صحت کیساتھ کیا جاسکتا ہی، ہم دیکھتے ہین کہ (۱) کبھی شر سے خیر کا ظہور پذیر ہونا محض اتفاقی ہی (۲) یہ خیر (اگر ہو) شر کا نتیجہ نہین بلکہ شر کی مقاومت کا نتیجہ ہوتا ہی (۳) اس خیر کا ظاہر ہونا مشروط ہے یعنی جس ذات پر شر وارد ہو رہا ہی، اس کی صفات اخلاقی پر منحصر ہی (۴) شر اگر جس ذات پر کیا جائے اسکے لئے اچھا بھی ہو، تب بھی شر کرنے والی ذات کیلئے یہ ہرگز اچھا نہین ہو سکتا، ان باتون کو اگر تم سمجھ چکے ہو تو تمھین معلوم ہو جائیگا کہ یہ خیال کہ "کہ شر سے خیر ظہور پذیر ہوتا ہی، اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال کہ وہ وسائل شر" حصول خیر کیلئے جائز ہین" کس حد تک غلط ہی، چند خاص مثالون سے ایک عام نتیجہ اخذ کرنا، ایک اہم منطقی غلطی ہی، دو چیزون مین علاقہ سببیت اس وقت تک ثابت نہین ہو سکتا

حب تک کہ ان مین توالی و تواتر نہو، یعنی علت کا ظہور پذیر ہونا، معلول کے ظہور کو مستلزم نہو، شر اور خیر مین یہ بات نہین پائی جاتی۔

اس عقیدہ کی کہ "انجام خیر کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین" ایک اہم غلطی تو ہم دیکھ چکے، یعنی شر کو خیر کا مخرج فرض کرنا، ایک اور غلطی ابھی باقی ہے، اور وہ "انجام" اور "وسائل" کے معنون، اور انکی حقیقت کے متعلق ہے، پس یہ ضروری ہوا کہ ہم ان دونون الفاظ کا صحیح تصور اپنے ذہن مین قائم کرین عرف عام مین کسی کام کے "انجام" یا "مقصد" سے وہ خیال مراد ہوتا ہے، جو فاعل کے ذہن مین تو ہے لیکن جسکی تکمیل ابھی باقی ہے، لفظ "وسائل" سے عام معنون مین وہ افعال مراد لئے جاتے ہین جو فاعل کے خیال (مقصد) کو عملی طور پر ظاہر کرنے کیلئے کئے جاتے ہین، گویا ان تعریفات مین وسائل کو افعال اور مقصد کو خیال یا فکر مانا گیا ہے، لیکن یہ تعریفات ناقص ہین۔ "انجام" محض خیال نہین ہے جو موجود فی الذہن فاعل ہو، انجام اور وسائل مین یہ تخالف قرار دینا غلطی ہے، حقیقت یہ ہے کہ انجام مین بھی وہی فعلیت پائی جاتی ہے، جو وسائل مین موجود ہوتی ہے، اور دونون صورتون مین فاعل کے ذہن مین ان ہر دو (انجام و وسائل) کے متعلقہ کامون کا تصور قبل از قبل موجود رہتا ہے، یہ تجریدی بحث شاید اچھی طرح تمھاری سمجھ مین نہ آئے، اس لئے اس کی مثال یون سمجھو کہ تم حصول صحت کیلئے حیدرآباد سے اوٹاکمنڈ جانا چاہتے ہو، اس مین تمھارا انجام یا مقصد "اوٹاکمنڈ جانا ہے" گھر سے نکل کر حیدرآباد کے سٹیشن تک جانا اور ٹکٹ خریدنا، یہ وسائل ہین۔ اب تم دیکھتے ہو کہ اوٹاکمنڈ جانا اور ٹکٹ خریدنا دونون کے دونون "افعال" کے زمرہ مین داخل ہین اولاً دونون تمھارے ذہن مین بطور "خیال" کے پیدا ہوئے، اور پھر بحیثیت افعال کے سرزد ہوئے۔

ایک دوسری مثال تو فرض کرو کہ برسرپیکار قوم نے مفتوحہ قوم کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے، فاتح افواج کا مقصد مفتوحین کو اطاعت پر مجبور کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جو وسائل استعمال

کئے جاتے ہین، وہ فوجی اور غیر فوجی باشندون کا قتل عام، اور غارتگری وغیرہ ہین، مثال اول کی طرح اس مین بھی تم دیکھتے ہو کہ "مقصد" اور "وسائل" دونون یکسان زمرۂ "افعال" مین داخل ہین۔ دونون مین فعلیت پائی جاتی ہے مختصر یہ کہ "انجام" اور "وسائل" کے متعلق جو تصورات عام دماغون مین قائم ہین وہ مغالطہ آمیز ہین، ہم یہ نہین کہتے کہ ان دونون مین فرق نہین ہے، نہین فرق ضرور ہے، لیکن وہ فرق نہین جو "خیال" اور "فعل" مین پایا جاتا ہے، بلکہ وہ فرق جو "جز" اور "کل" مین ہوتا ہے، جن کو تم وسائل کہتے ہو، وہ بالاصل افعال ہین جو بطور "جز" کے دوسرے فعل (کل) مین داخل ہین، یہ فعل "کل" عرف عام مین "انجام" یا "مقصد" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر یہ بحث واضح طور پر سمجھ مین آگئی ہے، تو یہ بات ہر شخص مان لیگا کہ "کل" کے متعلق جو رائے قائم کیجائے اس مین اس کے اجزا کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے، پس اگر فعل "جزوی" (یعنی وسائل) غیر منصفانہ اور شر آمیز ہو تو فعل کل (مقصد یا انجام) کب بے انصافی اور شر کی آمیزش سے پاک ہو سکتا ہے،

حاصل کلام یہ کہ ان وسائل بد کو جائز قرار دینا جن سے "انجام خیر" حاصل ہوتا ہو سخت غلطی ہے، وسائل بد کی وساطت سے جو انجام بھی فراہم ہوگا لامحالہ بد ہوگا اول الذکر کا عیب دوسرے مین لازمی طور پر سرایت کر جائیگا۔ ترغیبات باطل (بالخصوص خود فریبی یا مکائد نفس) کا ایک بڑا حصہ اسی اجتہادی غلطی کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہر شخص اس غلطی سے واقف ہو جائے تاکہ آئندہ اپنے نفس کو دھوکہ نہ دے اور باطل ترغیبات کا (خواہ اوسکی ذاتی ہون، یا دوسرون کو وہ ترغیب دے رہا ہو، یا دوسرے اُسے ترغیب دے رہے ہون) شکار نہ ہو، مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہم خیر و شر کو ایک دوسرے سے مستبعد اور بے نیاز تصور کرتے ہین، ہمارے حق مین ناانصافی ہوگی۔ خیر بے شک خیر ہے اور شر ہمیشہ شر رہیگا، لیکن چونکہ ہر دو کا محل وقوع مشترک ہے یعنی حیات انسانی، اس لیے ان کا باہمی انضمام بھی ممکن ہے

اور یہی اُمید کہ جدوجہد سے شر کو خیر مین تبدیل کیا جاسکتا ہے تمام دنیا کے مصلحان قوی کی جان نثاریون اور ان تھک کوششون کا واحد سہارا ہے،

خود ترغیبی یا خود فریبی اس باب مین اب تک ہم ان تناقضات جذبی و ذہنی سے بحث کرتے رہے مین متخیلہ کا حصہ جو ہمارے نفس کو مغالطہ مین ڈال کر ہماری ترغیبات کو ایک خاص رخ مین لیجاتے ہین، لیکن ہمارے تخیلات کی خودسرانہ پرداز بھی اکثر اوقات خود ترغیبی مین ہمین مدد دیتی ہے اور اپنے اعتقادات و خواہشات کو حق بجانب ثابت کرنے مین بھی ہم اس سے مدد لیتے ہین، جب کوئی اعتقاد تمھارے نفس پر مسلط ہو کر عمل ترغیب کے لئے نقطۂ آغاز کا کام دیتا ہے، تو اس وقت جذبات، اور دلائل سے جس طرح کام لیا جاتا ہے وہ تو تم کو معلوم ہی ہو چکا، لیکن قوت متخیلہ بھی اپنا عمل شروع کرتی ہے، تمھارے معتقدات کے حسب حال خیالی تصویرین پیش کر کے گذشتہ اور موجودہ سے آئندہ کی مبالغہ آمیز تصویر کھینچکر، رائی کا پہاڑ بناتی ہے اور تمھارے نفس کو تمھاری اساسی خواہشات و معتقدات کا ہم آہنگ بنادیتی ہے،

جذبات کی طرح، تخیلات کا یہ پرفریب عمل کم و بیش نیم شعوری حالت مین ہوا کرتا ہے جب کبھی تمھارے تخیلات تمھاری ذات کے متعلق ہوتے ہین، تو اس وقت تمھارا نفس ان سے واقف نہین ہوتا، لیکن جونہی کہ نفس ان سے واقف ہوجاتا ہے، ویسے ہی متخیلہ کا بنا کردہ قلعہ زمین پر آ رہتا ہے، اکثر اوقات تم خیالی دنیا مین کہان سے کہان پہونچ جاتے ہو، کبھی خوش آیند خیالات مین ڈوبے ہوئے، تم اس طرح بیٹھے رہتے ہو گویا کہ تمھاری خیالی تصویرین فی الواقعی حقیقی ہین، کبھی ناخوشگوار خیالات کا تسلط ہوتا ہے، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ سب کچھ تمھارے تجربہ مین آرہا ہے، لیکن یہ کل عمل تمھارے نفس کی لاعلمی مین واقع ہوتا ہے، اور کسی شخص کے کمرہ مین داخل ہونے، یا کسی آواز کے کان مین پڑنے سے تم چونک اٹھتے ہو اور لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہوئے،

خیالی تصویرون سے دست بردار ہو کر، حقیقت کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے ہو، تم نے شاید بچپن مین اس آدمی کی کہانی سنی ہو جو خیالی پلاؤ پکاتا ہوا، گھی کا گھڑا سر پر رکھکر بازار مین جا رہا تھا، خیالی دنیا مین اس نے کیا کیا مرتبے نہین حاصل کئے اور انہی خیالات مین اس قدر منہمک ہوا کہ گھی کا گھڑا پھینکدیا، اس کی آواز سنکر اسے ہوش آیا، عمل تخیل کے نیم شعوری ہونے کی یہ بہت اچھی مثال ہے،

جس طرح ہمارے ذاتی تخیلات، نفس کی بے خبری مین ہم کو ترغیب دیتے ہین، اسی طرح سے ہمارے وہ تخیلات بھی جو دوسرون کی ذات کے متعلق ہوتے ہین، نفس کی نیم شعوری حالت مین واقع ہوتے ہین۔ اور ہوش اس وقت آتا ہے، جب ہمارے تخیلات حقیقت سے متصادم ہوتے ہین، اس وقت نفس چونک کر ہوشیار ہو جاتا ہے؛ اور

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کہتا ہوا حقیقت کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے اس کی مثالین بھی کم و بیش ہر شخص کے تجربہ مین آتی ہین، دیکھو جب کسی شخص کی نسبت تمھین "حسن ظن" ہوتا ہے تو اس کا کوئی جواب فعل خراب نظر نہین آتا، اگرچہ متعدد مرتبہ تمھارا نفس تم کو ہوشیار کرے کہ اس شخص مین اتنی خوبیان نہین ہین، جتنی کہ تم کو نظر آتی ہین، تب بھی تمھارا تخیل اس کو اچھا ہی دیکھتا ہے، بالکل یہی حال "سوء ظن" کا ہے اگر ایک مرتبہ تمھارا اعتقاد کسی شخص کے متعلق یہ ہو جائے کہ وہ برا ہے، تب اوسکا اچھا سے اچھا فعل، تمھاری متخیلہ کی وساطت سے برائی کا پہلو لئے ہوئے معلوم ہوتا ہے، اس شعر مین

عشق است و ہزار بدگمانی
باسایہ ترا نمی پسندم

بدگمانی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ ہمارے نقطۂ نظر سے تخیل کے ترغیبی عمل کی بہت اچھی مثال ہے، "سایہ" کو رقیب سمجھکر، "معشوق" کی طرف سے بدگمان ہونا، عاشق کی نیم شعوری نفسی حالت کو مستلزم ہے، اگر عاشق "سایہ" کو سایہ سمجھ لے اور اسکی حقیقت سے واقف ہو جائے، تو تخیل

کی یہ فریب دہی بھی جاتی رہے، ذیل کی مثالون سے تخیل کا یہ پر فریب عمل اچھی طرح سمجھ مین آجائیگا،

ا-ب ایک بالطبیعتہ نیک خاتون تھین، ان کے پاس کچھ عرصہ سے ایک ملازمہ نوکر تھی یہ ملازمہ انتہا درجہ کی جلد باز اور بے سلیقہ تھی اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جب ایک یا دو چینی کے برتن اس کے ہاتھ سے نہ ٹوٹتے ہون، ا-ب اپنی ملازمہ کو جدا کرنا نہ چاہتی تھین، اس لئے وہ فقطی ملامت کردیا کرتی تھین، ان کا پرفریب متخیلہ ہمیشہ اس ملازمہ کی ایسی تصویر پیش کیا کرتا تھا، جو باسلیقہ، اور محنتی تھی- اور ا-ب کا خیال تھا کہ انکی ملازمہ بھی ایک نہ ایک دن راہ راست پر آکر انکی خیالی تصویر کی طرح باسلیقہ بنجائیگی- حالانکہ انھین خوش آئند تخیلات مین مصروف تھین کہ ایک دن قیمتی ظروف کا پورا ٹوکرا ملازمہ نے گرادیا- اس واقعہ سے ا-ب بیدار ہوئین- ان کی خیالی تصویر غائب ہوگئی، اور ملازمہ برطرف کردیگئی،

عین اسی موقعہ پر س-ب نامی دوسری خاتون کو ایک ملازمہ کی ضرورت ہوئی، انکی پہلی ملازمہ سلیقہ شعار تھی، اور حفاظت سے کام کیا کرتی تھی- لیکن س-ب کا متخیلہ اس ملازمہ کی معمولی فروگذاشتون کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا کرتا تھا- ایک دن اتفاقًا اس ملازمہ کے ہاتھ سے کوئی برتن گر کر ٹوٹ گیا- تو س-ب کے تخیل نے اس واقعہ کو یہان تک بڑھایا کہ خیالی دنیا مین ان کو پورا اساس البیت اس ملازمہ کے ہاتھون برباد ہوتا ہوا نظر آیا، دوسرے دن اس ملازمہ کا بھائی اپنی بہن سے ملنے آیا، س-ب صاحبہ کے تخیل نے اس واقعہ کو اتنی اہمیت دی کہ ان کو یقین ہوگیا کہ ان کی خانہ داری کی چیزین اس بھائی کے ہاتھ فروخت کیجاتی ہین، اب انھون نے اپنی ملازمہ کو برطرف کردیا، اور اسکی جگہ ا-ب صاحبہ کی ملازمہ کو رکھا، اس ملازمہ نے آتے ہی نقصان کرنا شروع کیا- اس روح فرسا حقیقت نے، س-ب کے تخیل کو دور کردیا، اور اب انھین اپنی پہلی ملازمہ کو بے قصور برطرف کرنے پر سخت تاسف ہوا،

مذکورہ بالا مثالین اس قدر عام ہین کہ انکی صداقت مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا، اکثر والدین اپنے بچون کو خراب عادتین اختیار کرتے ہوئے دیکھتے ہین، لیکن ان کی محبت اونھین یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے "بچہ ہین، آگے چل کر سنبھل جائینگے" اکثر اساتذہ اپنے کسی شاگرد کی طرف سے بدگمان ہوتے ہین، تو اس غریب کی انتہائی محنت بھی اونھین لاپرواہی نظر آتی ہے حتی کہ شاگرد کی ہمت بھی پست ہوجاتی ہے، اور وہ بالآخر ناکامیاب رہتا ہے، ضرورت اسکی ہے کہ لوگ اس قسم کی پرزیب "ترغیبات" کو قبول نہ کرین،

زیب النساء اور دیوانِ مخفی

از

محمد محفوظ الحق۔ ام۔ اے۔

عام طور پر مشہور ہی کہ "دیوان مخفی" زیب النسار کی یادگار ہے، اور عوام پر کیا خواص کا بھی ابتک یہی ایمان ہی، چنانچہ جتنے جدید تذکرے یا تاریخین ہین عموماً اُن سب مین یہ دیوان اسی کے نام منسوب ہے، اس طرح "تذکرہ شمع انجمن"، "صبح گلشن"، "ریاض الافکار"، "تذکرۃ الخواتین" وغیرہ مین اس دیوان کو زیب النسار بیگم ہی کی یادگار بتایا گیا ہی اور عرفاً و تقلیداً یورپ مین مستشرقین (مثلاً ڈاکٹر اسپرنگر،[1] ڈاکٹر ریو،[2] مسز وسٹبروک[3] وغیرہ) نے بھی اس دیوان کو زیب النسار کے نام منسوب کیا ہی، علاوہ برین جتنی سوانحعمریان یا مضامین اس فاضلہ کے متعلق لکھے گئے ہین عموماً اُن سب مین "دیوان مخفی" کی داد زیب النسار کو دی گئی ہے، لیکن یہ امر تحقیق طلب کہ کیا واقعی یہ بیگم دیوان ہذا کی مؤلفہ ہے؟ اس امر کا جواب یکایک نفی یا اثبات مین نہین دیا جاسکتا اور نہ زمانہ کے فیصلہ کو فوراً دو لفظون مین مسترد کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس کے متعلق کماحقہ تحقیق کرنی ہوگی اور اس دریافت و تحقیق کا جو نتیجہ ہوگا اُس کو پیش نظر رکھکر اس سوال کا جواب دینا ہوگا کہ "دیوان مخفی" زیب النسار کا کلام ہے یا نہین؟ اس لئے اب مین اس تحقیق کی طرف متوجہ ہوتا اور پہلے

[1] فہرست کتب قلمی موجودہ کتب خانہ شاہ اودھ ص ۴۸۰

[2] فہرست کتب فارسی (قلمی) موجودہ برٹش میوزیم لندن ص ۷۰۲

[3] اس خاتون نے "دیوان مخفی" کی اوّل پچاس غزلون کا انگریزی ترجمہ معہ دیباچہ، وزڈم آف دی ایسٹ سیریز (Wisdom of the East Series) مین "دیوان زیب النسا" کے نام سے شائع کیا ہے،

"بیرونی" شہادتین پیش کرکے دکھانا چاہتا ہون کہ دیوان مذکور کو زیب النسار کے نام منسوب کرنے کیلیے کوئی "تاریخی" ثبوت موجود نہین۔

اس مین کلام نہین کہ اس بیگم کے کمالات علمی کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ علم و فن مین یکتا تھی اور علما، فضلا، اور شعرا کی قدر کرتی تھی، چنانچہ خود مآثر عالمگیری اس کے متعلق یون گویا ہے[1]:-

"و از تحصیل علوم عربی و فارسی بہرۂ تمام اندوختہ و از اقسام خطوط نستعلیق و نسخ و شکستہ نصیبۂ وافی حاصل کردہ و از بسکہ ہمت قدسی نہمت آن قدرشناس ربِ علم و ہنر بجمع کتب و تصنیف و تالیف مصروف بود و عنانِ توجہ بتر فیہ حالِ ارباب فضل و کمال معطوف، در سرکار علیہ کتاب خانہ گرد آمدہ بود کہ بنظر ہیچ یکے در نیامدہ باشد و بسیارے از علما و فضلا و صلحا و شعرا و منشیانِ بلاغت دثار و خوشنویسانِ سحر نگار باین ذریعہ کامیاب افضال آن صدر آرائی مشکوئی عزت و جلال بودند، چنانچہ ملا صفی الدین اردبیلی بموجب امر علیہ در کشمیر سکونت گرفتہ بخدمت ترجمۂ تفسیر کبیر کہ مسمّی بزیب التفاسیر است[2] اقدام داشت و دیگر رسائل و کتب بنام نامیہ ترتیب یافتہ است"

[1] مآثر عالمگیری مؤلفہ محمد ساقی مستعد خان مطبوعہ کلکتہ (۱۸۷۱ء) ص ۵۳۸

[2] اس تفسیر کے متعلق عام طور پر یقین کیا جاتا ہی کہ اب ناپید ہے، لیکن یہ ایک حد تک غلط کیونکہ اس کے اجزا اب بھی باقی ہین۔ چنانچہ بوڈلین لائبریری (اکسفورڈ) مین اس ضخیم تفسیر کا پانچوان حصہ موجود ہے اور ۶۱۶ صفحات پر ختم ہوا ہی خاتمہ پر یہ تاریخ درج ہے

خرد بہر تاریخ گفتا کہ شد ۔۔۔ زلطفِ ازل جلد پنجم تمام

اس سے پتہ چلتا ہی کہ یہ حصہ ۱۰۸۱ھ مین مکمل ہوا اور بوڈلین لائبریری مین جو نسخہ ہی وہ بھی ۱۰۸۱ھ کا لکھا ہوا ہی اس لیے ڈاکٹر ایتھے کا (جنھون نے اس کتبخانہ کی فہرست تیار کی ہی) خیال ہے کہ یہ نسخہ خود مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہے،

اسی طرح دوسری ہمعصر تاریخین مثلاً مرآت العالم[1] اور تاریخ عالمگیری[2] المعروف بہ مرآت جہان نما بھی اُسکے کمالات علمی کو سراہتی ہین، لیکن تعجب ہو کہ نہ صرف ان تاریخون، بلکہ اس عہد کی دوسری تاریخون اور تذکرون مین بھی اسکی شاعری یا اُس کے "تخلص" کا کہین ذکر تک نہین۔ اگر وہ واقعی صاحب دیوان ہوتی اور مخفی تخلص کرتی تو شیرخان لودی (مؤلف مرات الخیال) اور افضل الدین سرخوش (مؤلف کلمات الشعرار) جیسے معتبر اور معاصر تذکرہ نویس اسکا ذکر کئے بغیر نہین رہتے، پھر یہ کہ صرف عالمگیر کی آفیشیل ہسٹری (مآثر عالمگیری) اگر خاموش رہتی تو خیر لیکن حیرت تو یہ ہے کہ عالمگیر نامہ (مؤلفہ خافی خان) اور منتخب اللباب (مؤلفہ کاظم بن امین آتک) نے اس امر کے متعلق سکوت اختیار کیا ہی، اس لیے سمجھنا چاہئے کہ اگر زیب النسار اس فن (شاعری) کو بھی سراہتی اور وہ واقعی صاحب دیوان ہوتی تو اُسکے معاصر اس لطیف ذکر مین بھی پیش پیش رہتے لیکن تعجب ہے کہ وہ تو اشارةً بھی اس امر کے متعلق کچھ نہین کہتے لیکن ہمارے جدید تذکرہ نویس اور مؤلفین حیات زیب النسار، اس بیگم کا تخلص مخفی اور اسکو دیوان مخفی کا مؤلف کہکر ع بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را کے مصداق بن رہے ہین، آخر اسکی وجہ کیا؟ یہان اس کے جواب کا موقع نہین، لیکن اس قدر ضرور متحقق ہے کہ کوئی مستند "بیرونی" شہادت دیوان مذکور کو زیب النسار کے نام منسوب کرنے کیلئے نہین پیش کیجا سکتی،

اب اگر اس دیوان کو بغور دیکھا جائے تو اسکا انداز خود کہدیگا کہ اس بیگم پر وہ زیب نہین دیتا لیکن مزید برآن بعض "اندرونی" شہادتین ایسی ہین جنکو پیش نظر رکھکر ہرگز یہ دیوان زیب النسار کی یادگار نہین سمجھا جاسکتا، لیکن قبل اس کے کہ مین "اندرونی" شہادتون پر بحث کرون اور دیوان ہذا سے اسناد پیش کرون مجھے یہ بتا دینا ضرور ہے کہ دیوان مذکور کے قلمی و مطبوعہ نسخے عام طور پر

[1] مرات العالم قلمی موجودہ بوہار لائبریری کلکتہ ص ۲۵۸

[2] مرات جہان نما قلمی ،، ،، ص ۵۰۸

ملتے ہین، اور بظاہر اُن مین چندان اختلاف نہین، چنانچہ مضمون ہذا کی تحریر کے وقت "دیوان مخفی" کے پانچ نسخے میرے پیش نظر ہین، جن مین تین قلمی اور بقیہ دو مطبوعہ ہین، مطبوعہ نسخون مین ایک نولکشور پریس کا ہے اور دوسرا مجیدی پریس کانپور کا چھپا ہوا ہے، لیکن ناظرین کی سہولت کے لئے مین نے یہی بہتر سمجھا کہ کسی مطبوعہ نسخہ کا حوالہ دون، اس لیے آئندہ اوراق مین جو حوالہ (متعلق بصفحات) ہوگا وہ زیادہ تر کانپور کے مطبوعہ نسخہ سے (جو نولکشور سے زیادہ صحیح ہو) ہوگا۔

اس ضمنی بیان کے بعد اب مین اون "اندرونی" شہادتون کو پیش کرتا ہون جن کا ذکر مین نے گذشتہ صفحات مین کیا ہے وہو ہذا:

"دیوان مخفی" منسوب بہ زیب النسار کے ص ۱۱۸ پر ہے ؎

بوعلی روزگارم از "خراسان" آمدم — از پئے "اغراض" بردرگاہ "سلطان" آمدم

حیرتے دارم کہ یارب اندرین گرداب ہند — طوطی نکرم پئے شکر ز رضوان آمدم

بسکہ در یادِ وطن نادیدہ ماتم داشتم — تا بدامان دلم چاک گریبان آمدم

یہ اشعار صاف کہتے ہین کہ یہ "مخفی" کوئی اور ہے جو اپنے "اغراض" لیکر خراسان سے ہندوستان آیا ہو، لیکن زیب النسار تو ہندوستان مین پیدا ہوئی اور یہین مری، اُس کو خراسان سے کیا نسبت ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا،

یہی مخفی دوسری جگہ اپنے وطن کو صاف طور پر بتا دیتا ہے کہتا ہے (ص ۱۰۶) ؎

تو از ملک خراسانی با صطرخ از وطن داری — بخواب شب اگر دور از غم ہندوستان بینی

صرف ان اشعار پر موقوف نہین بلکہ اس "دیوان" مین بیسیون شعر آپ کو ایسے ملین گے جن سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ یہ مخفی کوئی اور ہی غریب الوطن ہو جو وارد ہند ہے اور تمناے وطن مین مضطرب ہی، اس مضمون کے بعض اشعار ملاحظہ ہون ؎

مخفیا چند بدل حسرت دیدار وطن　　عنقریب است کہ در خاک فنایت وطن است

گرفتارے کہ مرغ دل بزیر پیرہن دارد　　زخون دیدہ دامان رالبالب رشک چمن دارد

زخان ومان چو بگذشتی چہ در گلشن چہ در گلخن　　گرفتار محبت ہر کجا افتد وطن دارد

دل غم دیدۂ مخفی زبار غم ہمی نالد　　فغان از ناتوانی ہائے جان خوشتین دارد

نادان اگر نبودے در ملک ہند مخفی　　اجزائے عمر خود را شیرازہ گم نمی کرد

بر چہرۂ مراد خود آن را نقاب گیر　　مخفی بیا بعرصۂ ویوان ملک ہند

در دل اہل دے شاید کند مخفی اثر　　در نشاپور کو نوائے راست را آہنگ ساز

زجرم معصیت مخفی بسی آلودہ دامانم　　بگیرد از خجالت دانم را در سقر آتش

آفرین برجگرم باد کہ در کشور ہند　　سکۂ نقد سخن رائج ایران زدہ ام

وجود بیوجود من ہمن ہموارہ در جنگ است　　کہ مشت استخوانش را برم سوئی خراسانش

دل آشفتۂ مخفی بفن خود ارسطو پسیت　　بہند افتادہ است اما خراسانست یونانش

درین کشور زبونیہائے طالع ناقصش دارد　　وگرنہ در ہنر ہندی نباشد ہیچ نقصانش

امشب شب عید است و منم مجاق اندر　　مخفی نظرم سوئی خراسان و عراق است

یقین ہے کہ اشعار بالا کو پڑھکر، زیب النسا، کو مخفی کے نام سے منسوب کرنے کی کوشش نہین کیجائیگی بلکہ ماننا ہو گا کہ یہ مخفی کوئی اور ہی جو ہندی نہین بلکہ ایرانی ہے، اوسکا وطن باصطرخ ہی، اور خراسان سے ہندوستان آیا ہے، اور یہان آنیکی غرض جلب منفعت ہی، چنانچہ خود کہتا ہے، ع

از پئے "اغراض" بر درگاہ "سلطان" آمدہ

اب یہ امر دریافت طلب ہو کہ یہ "سلطان" ہے کون؟ اس کا جواب بھی خود دیتا ہے، ؎

بر در سلطان عصر حیف ندارم دگر　　تا کہ رساند بعرض مقصد ارکان اثر

ثانی صاحبقران بادشہ انس و جان　　آنکہ فلک سر نہد بر خط فرمان او

یہ "صاحبقران ثانی" شاہجہان ہی، جس کے عہد مین مخفی ہندوستان آیا، لیکن اس غریب الوطن کو یہان کی ہوا راست نہین آئی اور دوران قیام مین طرح طرح کی مصیبتین اٹھائین، جب یہ مصیبتین ناقابل برداشت ہوگئین تو مجبوراً وطن مالوف کو لوٹ جانے پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

وجود بیوجود من ہمن ہموارہ در جنگ است　　کہ مشت استخوانش را برم سوئی خراسانش

مگر یہان کی سرزمین شاید بہت سخت گیر تھی کیونکہ عرصہ تک اس کو پکڑے، اور جکڑے رہی۔ اسی غربت مین اس بیچارے پر ایک نئی مصیبت نازل ہوئی، وہ یہ کہ دشمنون نے اس کے خلاف سازشین کرنا شروع کین، اور یہ غریب الوطن اُن ریشہ دوانیون کا شکار ہوا، اور بالآخر نوبت قید تک پہنچی۔ اس "قید خانہ" مین بیٹھکر مخفی نے بہت سی غزلین کہین، اور اُن مین اپنا دکھڑا رو دیا۔ بعض اشعار ملاحظہ ہون (ص۲۳) ؎

عشق سودائے جنونم باز دامنگیر شد　　رشتۂ دانائیم در پائے من زنجیر شد

شد چنان کوتاہ عمر عافیت در دور ما　　کز فراق دیدن روئے جوانی پیر شد

مژدہ دہ باد صبا از ما بارباب نشاط　　کز سر شک ما زمین ہند چون کشمیر شد

نیست امید رہائی تا بروز رستخیز　　خاک غربت ہر کرا در مہد دامنگیر شد

دوسری جگہ کہتا ہے (ص۲۶) ؎

کشاید ہر کہ بندد در برویت　　مخور مخفی غم و مردانہ می باش

اور غالباً اسی اسیری سے تنگ آکر اُس نے یہ شعر بھی کہا ہی (ص۳۵) ؎

از گدایان توام "شاہ خراسان" مددے　　کہ چو مرغان حرم در حرمت جاگیرم

لیکن یہ شعر بعض حیثیتون سے اہم ہے، کیونکہ اس سے مخفی کے مذہب پر روشنی پڑتی ہے،

اور یہ امر اچھی طرح واضح ہوجاتا ہو کہ وہ اثنا عشریہ تھا کیونکہ "شاہِ خراسان" سے یقیناً حضرت امام رضا مراد ہین[1]، اور زیب النسا ر چونکہ سُنّی (اور اورنگ زیب کی بیٹی) تھی اس لیے یہ شعر اوسکی طرف منسوب نہین کیاجاسکتا۔

اسی سلسلہ مین چند شعر اور ملاحظہ ہون ؎

درداکہ از قید ستم آزاد نگشتم　　　یک لحظہ ز غمہائے جہان شاد نگشتم

شکوہ از بیگانگان و آشنایان چون کنم　　　مخفیا روزِ ازل بخت زبونم دادند

دگر مخفی چہ فکرِ نام و ننگ است　　　حریفان چون ترا بدنام کردند

لیکن لطیفہ یہ ہے کہ اُس مخفی (خراسانی) کی اسیری کی غزلین زیب النسار کے واقعۂ

[1] امام رضا کو عموماً اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور فارسی و اُردو شاعری مین اس کی مثالین عام ہین، اس وقت اُردو فارسی کی صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہون۔ حضرت عطار لسان الغیب مین فرماتے ہین ؎

شہ منؔ در خراسان چون دفین شد　　　ہمہ ملک خراسان انگبین شد

بوقت کودکے من سبز دہ سال　　　بمشہد بودہ ام خوش وقت خوشحال

مرزا دلگیر ایک مرثیہ مین کہتے ہین ؎

کیا شاہِ خراسان کی زیارت کا شرف ہے　　　فردوس کا رُخ زائرِ مولا کی طرف ہے

مدفون جہان موسیٰ کاظم کا خلف ہے　　　اُس خاک کا جو ذرّہ ہے سو دُرِّ نجف ہے

اس تختۂ دیبا پہ اگر عرش برین ہے

تھا وہ زمین ہو وہ زمین ہو وہ زمین ہے

اسیری[1] کے ساتھ منسوب کی گئی ہین، اور مؤلف "حیات زیب النسار" تو اُن کو زیب النسار ہی کی زبان سے پڑھتے ہین، یہ روایت مان لی جاتی لیکن اشعار بالا کو اگر گذشتہ اشعار کے ساتھ پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ اُن مین جو شکایت کیگئی ہے اُسی کا رونا اِن غزلون مین بھی ہے پھر مندرجہ ذیل اشعار سے جن مین مخفی، خانِ دوران فیروزہ خان سے ہم وطنی کا واسطہ دیکر قید سے رہائی کی درخواست کرتا ہے بالکل واضح ہوجاتا ہو کہ یہ "مخفی" زیب النسا نہین بلکہ کوئی اور ہے، (ص۱۰۵) ؎

سپہر منزلتا صاحبا بداد آور　　　شکوہ دولت و فیروزہ خانِ دورانی

ز روئی لطف تبقصیرِ من قلم در کش　　　کہ با تو ہست مرا نسبتِ خراسانی

اب اگر دیوان کے اور اشعار کو دیکھا جائے تو اُن سے معلوم ہوگا کہ مخفی کی یہ درخواست قبول ہوئی اور وہ رہا کردیا گیا۔ کہتا ہے (ص۱۰۳) ؎

بہ تہمت کردہ در زندان مرا دشمن، بحمد اللہ　　　بزورِ صبر بشکستم کلیدِ قفلِ زندانش

مکن آشفتگی کن یادِ ایامِ گرفتاری　　　کہ از زندانِ دلگیری بردن آورد رفیقانش

مشو دل شاد اے مخفی ز مرگِ دشمنانِ خود　　　بیاد آور ازان روزے کہ خود را دید مبتلینی

اس قید سے رہائی کے بعد مخفی بنگالہ چلا آیا، چنانچہ ایک شعر مین کہتا ہو ؎

جستجو کردم بسی مخفی چو در گردابِ ہند　　　نشۂ آسودگی جائے بجز بنگالہ نیست

لیکن دوسرے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر کو جب زمین ہند تنگ نظر آئی تو اوسکی نگاہین

[1] ۱۰۹۱ھ مین شہزادہ اکبر باغی ہوکر راجپوتون سے مل گیا، عالمگیر کو شبہہ ہوا کہ زیب النسار بھی اس سازش مین شریک ہی، چنانچہ اسی بنا پر اُسکو قلعۂ سلیم گڑہ (دہلی) مین نظر بند کردیا۔

بیت الحرمؒ پر پڑنے لگین، اور وہین ان کی صورت نظر آئی چنانچہ ایک شعر مین "رسول عربیؐ" کو مخاطب کرکے کہتا ہے (ص ۱۱) ؎

بستہ ام از دل و جان نیت طوف حرمت — گر دہد پیک اجل فرصت ازین طوفانم

یا رسول عربی جذبہ شوق، کہ چو ابر — سالہا شدہ بہ تمنائے درت گریا نم

یہ تمنا بالآخر پوری ہو کر رہی، اور مخفی کو زیارت کعبہ نصیب ہوئی کہتا ہے ؎

از در حجرہ تو تا بدر روضۂ خلد — صف زدہ خیل ملک بہر شفاعت بنگر

مخفی عاصی و عاجز بتو دارد امید — نیست جز در گہ تو پشت و پناہی دیگر

این سیہ رو بامید عطا آمدہ است

باُمیدت زکجا تا بکجا آمدہ است

مقصد تو ئی زکعبہ ورنہ نکردے ہرگز — مخفی زبہر خانہ قطع این قدر منازل

اگر در گلشن عشرت ندارم راہ ای مخفی — بحمد اللہ کہ بارے گوشۂ بیت الحرم دارم

مندرجہ بالا اشعار کو پڑھکر اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مخفی زیب النساء ہے، اور یہ "دیوان" انکی یادگار ہے؟ بلکہ یقین ہے کہ وہ لوگ بھی جو ضرورت سے زیادہ "قدامت پسند" واقع ہوئے ہین، ان بدیہیات سے انکار نہین کرینگے۔ لیکن اس جگہ مین یہ واضح کر دینا چاہتا ہون کہ دیوان مذکور مین ایک غزل اور ایک رباعی ایسی ضرور ہے جو بہرحال اس مخفی کے نام منسوب نہین کیجاسکتی اُس غزل کا مقطع یہ ہے ؎

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام — زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست

اس مقطع مین مخفی تخلص کا نہ ہونا اس شبہہ کو اور بھی متیقن کرتا ہے کہ زیب النساء مخفی تخلص نہین کرتی تھی بلکہ اگر وہ واقعی غزلین کہتی تھی تو اُن مین اپنا نام دیتی تھی۔ لیکن ہمین تو اسی مین شبہہ ہے کہ وہ غزلین کہتی بھی تھی یا نہین،

اور مذکورہ رباعی یہ ہے ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا — بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

در سخن پنہان شدم مانند بو در برگ گل — ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) کے کتب خانہ مین "دیوان مخفی" کا ایک قابل قدر قلمی نسخہ ہے، جو بعض حیثیتون سے دیوان مذکور کا بہترین مصور نسخہ سمجھا جاتا ہے، اس مین یہ مشہور رباعی بھی درج ہے ؎

بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد — کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد

صد بہار آخر شد و ہر گل بفرقی جا گرفت — غنچۂ باغ دل ما زیب دستارے نشد

لیکن آخر الذکر دو رباعیون کے متعلق بھی شبہہ ہے کہ وہ زیب النساء کی ہین یا نہین، کیونکہ یہ دونون رباعیان ناصر علی وغیرہ کے سلسلۂ واقعات مین شامل ہین اس لیے اُن کی صحت مین شبہہ ہوتا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ قصہ نویسون نے اپنے فسانون کو چمکانے کے لئے اُن کو زیب النساء کے نام منسوب کر دیا ہو۔ بہر کیف یہ دو رباعیان اور وہ ایک غزل اگر زیب النساء کی مان بھی لیجائے تو اس دیوان کا بقیہ کلام کسی طرح کلام زیب النساء مانا نہین جا سکتا۔ اور اس ایک غزل اور ان دو رباعیون کا دیوان مذکور مین ملنا اس امر کا ثبوت ہے کہ لوگون نے محض خوش عقیدگی کی بنا پر "دیوان مخفی" کو زیب النساء کا کلام سمجھکر، ان اشعار کو بھی جو اُس کے نام منسوب تھے یا خود اس کے تھے، اس مجموعہ مین شامل کر لیا۔

جب یہ امر متحقق ہے کہ "دیوان مخفی" کلام زیب النساء نہین تو اب یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ مخفی ہے کون؟ اس نام کے بہت شاعر ہوئے ہین لیکن دیوان مذکور اُن مین سے کسی ایک کے نام منسوب کیا

جا سکتا کیونکہ اس صورت مین بعض "تاریخی" دقتین پیش آجاتی ہین اور اندرونی "شہادتین" اس کے خلاف ہوتی ہین اس لیے ہمین ایک ایسے شاعر کی تلاش ہی جو "شاہجہان" کا ہمعصر ہو،

اکثر تذکرون اور کتب تواریخ، مثلاً مرأت آفتاب نما، مجمع النفائس، ریاض الافکار، تذکرۂ تقی اوحدی، صبح گلشن، اور ریاض الشعراء وغیرہ مین اُس عہد کے ایک شاعر، مخفی رشتی کا ذکر آتا ہے کہ وہ امام قلی خان، حاکم فارس کے دربار مین رہ چکا تھا۔ والہ داغستانی ریاض الشعراء مین اوسکی نسبت یون تحریر کرتا ہے[1]:-

"مولانا مخفی رشتی، — شام مرزا مغفور در تذکرۂ تحفۃ السامی این قطعہ را از وے ذکر کردہ

...... و مرزا طاہر نصرآبادی نیز در تذکرۂ خود ذکر وے باین طرز نمودہ کہ در خدمت امام قلی خان سگلیز بیگی، بہ فارس می بود، چون بسیار حقیر جثہ بود بکوکنار عادت مفرطے داشت کہ آن نیز علاوہ ضعف سبب کاہش بدنش گشتہ بود۔ روزی خان بوے کہ بیشتر موجب کاہش جسم شما مداومت کوکنار است، وے در جواب بعرض رسانید: بسبب کوکنار نیست، جہت آن این است کہ از بس مردم در صدر مکاتیب بیک دگری نولیسند "مخفی نماناد" لہذا بنفرین خلق باین صورت شدہ ام؛ و تقی اوحدی در تذکرۂ کعبۂ عرفان نوشتہ کہ درین اوقات در ہند باشد۔ جمع در احوال اقوال اینہا باین نحو می تواند شد کہ از زمان شاہ طہماسپ مغفور تا زمان شاہ عباس مبرور با یران بودہ شد و لبعد از مصاحبت امام قلی بہند آمدہ باشد،

دوسرے تذکرون کا بھی کم وبیش یہی بیان ہے اور اُن سب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مخفی عرصہ تک امام قلی خان کی مصاحبت مین رہا اور عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا۔ شاہجہان نے ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۸ھ (مطابق ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء) تک شاہی کی، اور امام قلی خان نے ۱۰۴۲ھ (مطابق

[1] ریاض الافکار قلمی موجودہ بوہار لائبریری ص ۵۸۶

۱۶۳۲ء) مین قضا کی، اس لیے اس حاکم فارس کے بعد مخفی کا عہد شاہجہان مین ہندوستان چلے آنا بالکل قرین قیاس ہے اور اسکا ثبوت مندرجۂ بالا اشعار مین موجود ہے جسکا ایک مصرعہ ہے "ثانی صاحبقران بادشہ ہند جان"، اس لیے یہ بات بہت زیادہ متیقن ہے کہ یہی مخفی "دیوان مخفی" کا مالک ہی، اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام قدیم تذکرہ نویسون نے مخفی رشتی کے حالات لکھنے کے بعد اوس کا جو کلام نقل کیا ہے وہ موجودہ دیوان مین موجود ہے اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ موجودہ "دیوان مخفی" بحیثیت مجموعی اسی مخفی رشتی کا ہے اور چونکہ دربار ہند مین وہ غریب پوچھا نہ گیا اس لیے اُس کا کلام اورون کی طرح مشہور نہ ہو سکا اور ایک حد تک مخفی مگر محفوظ رہا۔ وہ دیوان ادھر کے غیر محقق مصنفین کے ہاتھ لگا اور اُسے دیکھے اور سمجھے بغیر غالباً محض تخلص کی رعایت کی بنا پر اس بیگم کے نام منسوب کر دیا!!

عجب نہین کہ اس انکشاف سے ہمارے "شاعرانہ جذبات کو صدمہ پہنچے اور ہمارے حسن عقیدت مین کچھ کمی ہو جائے، لیکن بدیہیات سے انکار نہین کیا جا سکتا، اور گو ہمارے دماغ مین زیب النسار کے خدو خال کی تصویر کیسی ہی ہو، لیکن یہ ماننا ہوگا کہ "تاریخی" زیب النسار ہمارے نگار خانۂ خیال سے بالکل مختلف ہی، اور گو یہ امر افسوس ناک ضرور ہے کہ آج اوسکی تالیفات و تصنیفات کا ایک ورق بھی موجود نہین، لیکن یہ اس سے زیادہ قابل افسوس ہی کہ کسی غیر کی تالیف کی داد ایک "غیر مستحق" کو دیجائے،

لیکن ناظرین کو سنکر حیرت ہو گی کہ "دیوان مخفی" کی داد تو زیب النسار کو مل ہی رہی تھی، اب کچھ عرصہ سے "مونس الارواح" کی تالیف کی داد بھی اوسکو دی جا رہی ہے۔ اور اس انکشاف جدید کا سہرا آگرہ کے "مجلۂ علمیہ ادبیہ" کے رئیس القلم حضرت نیاز فتحپوری کے سر ہے۔ لیکن ہمارے مولنا کو شاید معلوم نہین کہ "مونس الارواح" جہان آرا (دختر شاہجہان) کی "مشہور" تالیف ہی، اور وہ اصل اس اخلاص و عقیدت کا ثمرہ ہے جو اس فاضلہ کو حضرت نظام الدین اولیا سے تھی؛ اس لیے "مونس الارواح" کو زیب النسار کے نام سے منسوب کرنا سخت ظلم ہے، اور جہان آرا کے ساتھ سراسر ناانصافی!

تلخیص و تبصرہ

مسیحیت اور اسلام

صدیون سے مسیحیت اور اسلام کے تعلقات خونی چلے آتے ہین، دنیا کی پرامن زندگی کی تخریب مین یہ عنصر بھی ایک بڑی حد تک کام کرتا نظر آتا ہی تاہم "ہلال وصلیب متحد ہو سکتے ہین، انکا اتفاق ایک خوشگوار امکان ہے اور ایک قابل مضمون نگار کا خیال ہی کہ ان دونون کا اختلاف کوئی لازمی شے نہین، اور اگرچہ ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے بہت کچھ کہہ سکتے ہین تاہم وہ ایک دوسرے سے ایک بڑی حد تک عفو و درگذر بھی کر سکتے ہین" دی لٹریری ڈائجسٹ نے ان الفاظ کے ساتھ جس مضمون نگار کا تعارف کیا ہی وہ پروفیسر ارنلڈ جے ٹائنبی ہین، وہ لندن یونیورسٹی مین بازنطینی اور جدید یونانی زبان، ادبیات اور تاریخ کے استاد ہین، انھون نے "یونان و ترکی کا مغربی مسئلہ" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہی، اور پیرس کی مجلس صلح کے ایک رکن تھے، ان کے خیال مین اگر اسلام نے مسیحیت کے ساتھ ناانصافی کی ہے تو مسیحیت بھی ہمیشہ اسلام کے مقابلہ صحیح عیسائیت نہین رہی ہے مذکورہ بالا اخبار لکھتا ہے،

"اکثر اشخاص کو ان دونون نامون کے باہمی تعلقات مین وہ وسیع خلیج نظر آتی ہے جو شاید کبھی بھی عبور نہین کیجا سکتی، لیکن پروفیسر ارنلڈ جے ٹائنبی، کا جنھون نے مشرق اقصے اور اس کے اہم مسائل کا مطالعہ کیا ہے، خیال ہی کہ "حضرت علیسیٰؑ اور آنحضرت صلعم کی اخلاقی و فلسفیانہ تعلیمات جو ان کے خلفاء اور جانشینون کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہین، ایسی نہین ہین کہ ان کے اتحاد و اتفاق مین سد راہ ثابت ہون"، اختلاف کی وجہ پروفیسر موصوف کے نزدیک یہ ہے کہ دو مذہب کے درخت مین

مختلف عقائد کی شاخون کا عجیب طریقہ سے اضافہ کر دیا گیا ہی" نیویارک کے رسالہ ایشیا مین، اسی موضوع پر لکھتے ہوئے پروفیسر موصوف نے چند تاریخی مثالین بھی نقل کی ہین جن مین بتایا ہی کہ اسلام عیسائیت کو کیون اس کا مجرم سمجھتا ہی کہ اس کے پیرؤن نے اس کی اصلی تعلیم فراموش کر دی، مثلاً مسلمانون کو صلیبی جنگ کے متعلق عجیب وغریب جوش و طرز عمل کی کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی، وہ ۱۰۹۹ء کے عیسائیون کے اس طرز کا جو انھون نے بیت المقدس کی فتح پر روا رکھا تھا، حضرت عمرؓ اور صلاح الدین کے شریفانہ و رحیمانہ برتاؤ سے مقابلہ کرتے ہین، وہ اندلس کے مسلمانون کی دردناک شہادت کو پیش کرتے ہین، جس سے ایک مسلم بھی جان بر نہ ہو سکا اور اس کے ساتھ ایشیائے کوچک کے قتل عام، جبری تبدیل مذہب کے افسانے پیش کرتے ہین"؛ تاریخ اس قسم کے باہمی مظالم کے واقعات سے پر ہے، اور ہر جماعت کا خیال ہی کہ "دوسری جماعت کی بربادی دنیا کو گلزار بنا دیگی، اسلام، دنیا کو مسیحی بنانے مین ایک بڑی رکاوٹ ہی اور مسیحیت، اس عالم کو مسلم کرنے مین ایک روک" اور غلط فہمی کی دوسری یہی وجہ ہے، ہر مذہب تمام دنیا پر محیط ہو جانا چاہتا ہی، اور مضمون نگار کی رائے مین یہ ناممکن ہی، ہان اسکی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بزور ایسا کیا جائے، لیکن اس صورت مین یہ فعل نفس ان مذاہب کی روح کے خلاف ہوگا، پروفیسر لکھتا ہی کہ "درحقیقت" اس مقصد کے حصول کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ یہ مذاہب جس مشن کو لیکر آئے ان کو پیش نظر رکھکر دونون اختلاف کی تلوار کو میان مین رکھکر ایک دوسرے سے مل کر کام کرین"

اب سوال یہ ہے کہ کیا دونون جماعتین اس روحانی نقطۂ نظر سے ٹھیک اترتی بھی ہین یا نہین؟ تاریخ کی روشنی مین پروفیسر ٹائنبی یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہین کہ مسیحیت کے پاس اپنے اظہار استحقاق کے لئے اسلام سے زیادہ سرمایہ نہین ہی، ان کے خیال مین دو صدیون پہلے تک "مغربی مسیحیت تمام دوسرے مذاہب سے کم آزاد اور زیادہ ناقابل برداشت تھی، مزید بران

اسپین نے میکسیکو اور پیرو کے قدیم تمدن کو اسی بیدردی سے برباد کیا جس طرح وہ جزیرہ نما ئیبیریا میں اسلام کو تباہ کرچکا تھا، اور جاپان اور حبش کو پرتگالیون کا وہ تلخ تجربہ ہوا کہ بالآخر ان کو ان حملہ آورون کو نکالدینا پڑا، لیکن اس کے بعد سے مسیحیت مین ایک نفسی انقلاب ہوا اور مبلغین نے مسیحی عقاید کی تعلیم کے بجائے غریبون کی حاجت روائی، بیمارون کی تیمارداری، اور حضرت عیسیٰؑ کی سچی تعلیم کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کرنا شروع کیا، پروفیسر موصوف کو اسی قسم کا انقلاب اسلام مین بھی نظر آتا ہی، اور اسکے ثبوت مین، عورتون کی بہتر حالت، امتیاز رنگ کی دوری، اور رسم غلامی کی تنسیخ پیش کرتے ہین:

رنگ کے مسئلہ پر ہمارا خیال ہی کہ اسلام مسیحیت کو سبق دے سکتا ہی، اس حیثیت سے وہ اسلام سے بہت بری طرح پیچھے ہی اور اسی طرز عمل کا نتیجہ، افریقہ کے گرم ممالک مین جہان چالیس سالون سے انھون نے اپنے کاروبار جاری کر رکھے ہین صاف نظر آتا ہی، ادرحقیقی مسیحیت کو کوئی جگہ نہین ملتی، اگرچہ یہان مسیحی فرقہ نے مسلم سپاہیون، تاجرون اور حاکمون کو مغلوب کرلیا ہی، لیکن اسلامی مبلغین نے ان کی مشنریون کو شکست دے رکھی ہی، کیونکہ جو شخص بھی ان کے حلقہ مین داخل ہوتا ہی وہ اسے بلا خیال رنگ ورو غن سینہ سے لگالیتے ہین اس کے برخلاف مسیحی ان کو اپنے سے دور رکھکر، گھر مین بیٹھے بیٹھے عیسائیت کی تعلیم دینا چاہتے ہین "اس حیثیت سے پروفیسر مائنبی اسلام کو راہ اصلاح پر چلتے ہوئے دیکھتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ بالآخر دونون ملجائینگے، ان کا عقیدہ ہی کہ

"اگر صرف یہی صورت حال رہتی تو ایک خوشگوار نتیجہ یقینی تھا، لیکن دوسرے عناصر اس طرح کام کر رہے ہین کہ اس رفتار مین رکاوٹ پیدا ہونے کا خطرہ ہی، اس مین پہلی چیز یہ ہے کہ مغربی اثر، اسلامی کاشتون مین گلون کے ساتھ کانٹا بھی بو رہا ہے۔ مثلاً شراب نوشی اور اس کے ساتھ اسکے ترک کی سعی، معاشرتی مصائب اور کثرت ازدواج، گندگی اور صفائی، سرمایہ داری کی برائیان اور اس کے منافع، اور سب سے زیادہ بدترین قومیت کا مہمل خیال، ایسی چیزین ہین، جو ان کے محاسن

کی تاب کو ایک حد تک دھندلی کردیتی ہین، ان کے خیال مین اس اتحاد کے لئے سب سے زیادہ خطرناک شے "اتحاد اسلامی" کی تحریک ہی، اور یہی وہ چیز ہے جو خود مغرب سے حاصل کردہ ذرائع ڈاک، تار، جہاز اور ریل، تنظیم و ترتیب عام سے مغرب کو برباد کرنا چاہتی ہی، یہ تحریک جنگ کو لازمی کیون بناتی ہی؟ اسکا جواب آسان ہی، اسلام ابھی تک مغرب کو دوستانہ اطمینان کی نظر سے نہین دیکھتا، اور پروفیسر موصوف اسی سے متاثر ہوکر تحریر فرماتے ہین،

"مسیحیت و اسلام کے اتحاد کے متعلق آخری علاج ہمارے ہاتھ مین ہی، اب تک ہم جتنی بھی رواداری کام مین لائے اسکا نتیجہ ظاہر ہوچکا ہی، لیکن اس رواداری کی بندشون اور خامیون نے اس کے برخلاف نتائج پیدا کرکے بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی روح کو اتحاد اسلام کی صورت مین ظاہر کردیا ہی"

"جب کبھی اسلامی و مسیحی اغراض کے تصادم کا مسئلہ پیش ہوتا ہی، ہم خالص جانبدارانہ طریقہ اختیار کرلیتے ہین، ہم عیسائیون کی غلط کاریون کو سراہتے اور مسلمانون کے مصائب کو فراموش کردیتے ہین، ہم عیسائیون کی چھوٹی تکالیف کو عظیم اور مسلمانون کی خامیون کو ناقابل عفو جرم بتاتے ہین"

"مختصراً ہم اس عجیب پرجوش فرقہ کے ارکان ہین جو مذہبی تعصبات سے بالا ہونیکا مدعی ہے، لیکن ہماری آزادی ورواداری کیا ہے؟ اس کو ہم اپنے قوانین تک محدود رکھتے ہین اور ہمارے دل رحم سے خالی ہین، . . . . پس یہ صورت حالات قائم رہیگی اور اس کا نتیجہ غیر مفید ہوگا

"ہم کو اس بے فائدہ تیراندازی سے کام نہ لیکر صحیح نشانہ پر نظر رکھنا چاہئے، اسکی بہترین صورت یہ ہی کہ ہم اپنے دلون کو ٹٹولین کیونکہ مسئلہ کا حل صرف اسی پر موقوف ہی، اور یہی فیصلہ کرسکتے ہین کہ آیا مسیحیت و اسلام مین جنگ رہیگی یا صلح"

دیوارِ چین

دنیا کے ان قدیم عجائبات مین سے جنکو بظاہر پائداری اور استحکام کی غیر فانی زندگی حاصل ہی، ایک دیوار چین بھی ہی، افریقہ کے ایک گوشہ کو اگر اپنے اہرام پر ناز ہی، تو ایشیا کے اس دور دراز حصّہ کو اپنی کہنہ دیوار پر فخر ہے،

یہ دیوار چین کے شمال کو محیط ہی، اور منچوریا اور منگولیا (منغولستان) کے ملکون کو چین سے الگ کرتی ہی، اس دیوار کی تعمیر کی سب سے بڑی وجہ یہی سمجھ مین آتی ہی کہ شاید چینیون کو مغلون، اور تاتارون کے حملہ کا خوف برابر طاری رہتا تھا، اس لیے اس خطرہ کو ہمیشہ کے لیے دور کرنے کی خاطر یہ دیوار حدِّ فاصل قائم کیگئی، اس خیال کی بنا پر سر سید مرحوم کا یہ نظریہ قائم ہی کہ **یاجوج وماجوج** سے مراد مغل و تاتار، اور سدّ سے مراد، یہی دیوار چین ہی اور **ذوالقرنین** چین کے ایک بادشاہ کا نام تھا،

یہ دیوار چین کے شمال، سمندر سے ایک ہزار دو سو پچاس میل دور ہی، پتھر اور اینٹ سے اسکی تعمیر ہی، اسکی بلندی ۲۰ فیٹ، چوڑائی نچلے حصہ مین ۲۵ فٹ، اور اوپر مین ۱۵ فیٹ ہے، اسکی تعمیر مین جو مسالہ لگا ہی وہ اس قدر ہے کہ اُس سے کرۂ زمین کے چارون طرف چھ فیٹ کی چہار دیواری قائم کیجاسکتی ہے اس پر جو مصارف آئے ہونگے ان کے متعلق یہ اندازہ کیا گیا ہے، کہ اتنے صرف مین ایک لاکھ میل کی ریلوے تیار ہو سکتی ہی، اور پچاس لاکھ مزدور اس کے بنانے مین مشغول رہے ہونگے ان مین سے پہلے دس سالون مین ۱۵ لاکھ مر گئے،

اس ہولناک دیوار کے بانی ہونیکا شرف کس تاجدار کو حاصل ہی محققین اس کے جواب مین اختلاف رائے رکھتے ہین اور اسی طرح اسکی تعمیر کی تاریخ کی تعیین مین بھی اختلاف ہے، بعض علمار کی رائے ہے کہ یہ شہنشاہ چہیا و نغا، کے عہد مین بنی ہے جو چین مین سب سے پہلا شہنشاہ تھا، اسی نے سنہ ۲۱۴ قبل مسیح

مین اس کو بنوایا تھا، دوسرونکی رائے ہی خاندان تسن کے پہلے شہنشاہ کے عہد مین سنہ ۲۲۰ قبل مسیح مین بنی لیکن دلائل سے جو امر زیادہ مرجح معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ یہ تیسری صدی قبل مسیح کے اوائل مین تعمیر ہوئی ہے،

اصحاب الفکر فی الاسلام

کچھ مدّت ہوئی کہ بمبئی کرانیکل کے ایک مضمون کے حوالہ سے فرانس کی ایک تازہ اسلامی تصنیف کا ذکر معارف مین آیا تھا، اب دمشق کے مجمع علمی عربی کے ماہوار رسالہ (شعبان سنہ [illegible]) مین اس ضخیم تصنیف کا ذکر کسی قدر تفصیل سے آیا ہی،

فرنچ مستشرق بیرن کارادی دوو Baron Carra de vaux فرانس کے مشہور غیر متعصب علمار مین ہی جس کے قلم کی تحریرین اسلام اور مشرق کے متعلق مغربی الزامات اور شکوک کے دور کرنے مین ہمیشہ مصروف رہتی ہین، مستشرق موصوف نے ایک وسیع سلسلۂ تصنیف "اصحاب الفکر فی الاسلام Les penseurs de l'Islam یعنی اسلام مین ارباب دماغ" کے نام سے قائم کیا ہے جس مین اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ کے سلاطین، فاتحین، سپہ سالاران عساکر، علمار، مورخین، فلاسفہ، متکلمین، اطبار، غرض ہر وہ صنف جس نے اسلام مین کچھ بھی امتیاز اور شہرت، کسی فن یا کارنامہ مین حاصل کی ہی ان کے سوانح وحالات درج ہونگے،

یہ پورا سلسلہ پانچ جلدون مین تمام ہوگا، جن مین سے اپریل سنہ ۱۹۲۲ء تک دو جلدین شائع ہو چکی تھین، غالبًا ایک سال کے عرصہ مین اوسکی کوئی اور جلد بھی شائع ہوئی ہوگی پہلی جلد مین ممتاز خلفار اور سلاطین کے تذکرے ہین، اور بعض مسلمان مورخون کے حالات ہین، اور ایک مضمون اسلام کے "فلسفۂ سیاست" پر ہے

دوسری جلد مین عرب جغرافیہ نویسون، اور مسلمان علمائے ریاضیات وطبیعیات کے حالات ہین

مصنف نے ابن خلدون اور جاحظ کے حالات پوری تفصیل سے لکھے ہین، اور ابن خلدون کے کارنامون کی پوری داد دی ہی، اور یورپ کے علمائے حال کا ہمرتبہ اوسکو قرار دیا ہی، لیکن عربی شاعری پر مصنف کی نظر نہایت کوتاہ ہی اس لیے اُس پر نہایت اختصار سے کام لیا ہی،

دوسری جلد مین ریاضیات اور طبعیات کی اُن کتابون کا ذکر بھی کیا ہے، جن کو عربون نے دوسری زبانون سے ترجمہ کر دیا تھا، عربون کو علم ہیئت مین جو کمال حاصل تھا، اور اُن کی جن تصنیفات کا یورپ مین بزمانۂ قرون وسطیٰ ترجمہ ہوا، اور ہیئت و فلکیات کے جو آلات اونھون نے بنائے تھے اور جو بعد کو یورپ مین رواج پذیر ہوئے، اُن کا بھی کافی مدح و ستائش کے ساتھ تذکرہ ہے،

کس قدر حیرت کی بات ہی کہ یورپ کی زبانون مین ہر سال اس قسم کے عنوانات پر مفید و محققانہ تصنیفات کا سلسلہ قائم ہے، لیکن خود اسلامی زبانون مین، خواہ وہ عربی ہو، ترکی ہو، فارسی ہو، اُردو ہو، کوئی ایک سلسلہ بھی ایسا نہین جو اپنے زباندانون کے لیے ضروری معلومات فراہم کر سکے، جی چاہتا ہی کہ اسلامی زبانون کی ایک مشترک علمی مجلس و کانفرنس کہین ان مقاصد کے لیے منعقد ہوتی، اور کسی ایک زبان مین اصل تالیف کا کام ہوتا اور بقیہ زبانون مین اس کے تراجم پھیلائے جاتے، لیکن خواب خوش سے زیادہ اس آرزو کی وقعت نہین؛

خلافت اور ہندوستان

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

تواریخ، سفرنامون، آثار و کتبات، شاہی فرامین اور سکون کی مدد سے اسلامی ہندوستان کے تعلقات مختلف خلافتہائے اسلامیہ کے ساتھ دکھائے ہین، قیمت ۸؍

"منیجر"

اخبار علمیّہ

فطرت کی پیدا کردہ جاندار مخلوق مین سب سے زیادہ، غیر فطری اور عجیب، وہ جانور ہی جو علمی دنیا مین Ornithorynchus paradoxes کے نام سے یاد کیا جاتا ہی، معلوم ہوتا ہی کہ فطرت نے تمام پرندون اور جانورون کی خصوصیات ایک حیرت انگیز طریقہ سے اس مین جمع کر دی ہین، یہ جانور تقریباً ۱۸ انچ لمبا ہوتا ہی، یہ خشکی کا جانور ہی لیکن پانی مین بھی رہ سکتا ہی، اس کے پیر اس قسم کے ہین کہ ان سے وہ تیر بھی سکتا ہی، اور زمین بھی کھود سکتا ہی، اس کے ایک لمبی دم ہوتی ہی، مگر دمدار جانورون کی طرح دانت رکھنےکے بجائے اس کے ایک لمبی، چپٹی، ہڈی دار چونچ ہوتی ہی، جانورون کی طرح بچے دینے کے بجائے وہ انڈے دیتا ہی، مگر جس طرح بچے انڈے سے نکل کر دانا چگنے لگتے ہین، اس کے بچے نہین چگتے بلکہ دودھ پیتے ہین، اور لطف یہ کہ اس کے کوئی تھن نہین ہوتا، بلکہ بچے جسم کے جس حصّہ پر بھی چونچ لگا دین دودھ آنے لگتا ہی، دنیا مین کوئی بھی چارپیر کا ایسا جانور نہین جس کے بالون کی جگہ پر ہون، ڈاکٹر ڈبلو، ٹی، ہارنڈے نے حال ہی مین اس عجیب المخلوقات پر عالمانہ خطبہ دیا ہی؛

گرزیا، اشٹریا کی مقامی مجلس نے یہ تحریک پاس کی تھی کہ ہر ہفتہ جس قدر اشخاص پولیس کو نشہ مین متوالے ملین، ان کے نام عام اعلانات کی جگہ چسپان کر دئے جائین، اس قسم کی پہلی فہرست شایع ہوگئی ہے، اور امید ہی کہ اس صورت سے شراب نوشی مین بہت کچھ کمی ہو جائیگی،

بعض تنہا رہنے والون کو یہ شکایت تھی کہ جب ان کو کام سے جانا پڑتا ہے، تو وہ اپنا کرہ

بند کر کے جاتے ہین، اور واپسی پر ان کو بند گندی ہوا کا مقابلہ کرنا ہوتا ہی، لیکن اب انجنیرون نے اس قسم کی کھڑکیان تیار کرلی ہین جنکا ایک حصہ اس طرح کھلا رکھا جاسکتا ہی کہ باہر کا کوئی آدمی اس کو کھول نہین سکتا اور ہوا بھی نہایت آسانی سے ہروقت آجاسکتی ہی،

گذشتہ مارچ مین دنیا کی سب سے مشہور ایکٹرس سارہ برنہارڈ کی ۷۸ سال کی عمر مین موت ہوئی، مرتے وقت اس نے اپنے کفن کے متعلق بھی دریافت کیا جو ۴۰ سال سے ہروقت اس کے پاس رہتا تھا،

حال ہی مین لندن کے جوہری بازار مین ایک موتی بکا ہی جو وزن مین ۱۰۰ اگرین تھا اور اس کی قیمت ۴۷۰۰ پونڈ تھی ؛

کپتان لک ۱۸وین صدی کا مشہور سیاح گذرا ہی، گذشتہ ماہ مین اوسکی کتابین اور روزنامچے فروخت کئے گئے، ان کی خرید کے لئے لوگ اسٹریلیا سے بھی آئے تھے، چنانچہ کپتان موصوف کے ایک روزنامچہ کی قیمت ۵۰۰۰ پونڈ اداکیگئی،

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سرکاری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ گذشتہ ۱۲ مہینون مین ۱۵۵۳۰ آدمیون نے خودکشی کی، ان مین ۹۰۰ وہ لڑکے اور لڑکیان تھین جن کی عمر پندرہ سے کم تھی، ڈاکٹر وارن کا خیال ہی کہ نوجوانون کی خودکشی کا اصلی سبب اونکی قبل از وقت شادی ہی، اعداد بتاتے ہین ۱۶۰۰ کڑورون ۱۲۰۰ لڑکیون کی شادی پندرہ سال قبل ہی ہوگئی، اور ۴۰۰۰ لڑکیان ۱۴ سال کی عمر مین مان ہوگئین، ان ماؤن مین سے ۲۲۰۰ نے خودکشی کی ؛

نیویارک امریکہ مین، عورتون کی ایک کمیٹی قائم کیگئی ہی جو صرف عورتون کیلئے سواریان مہیا کرتی ہے، اور ان کی چلانیوالی بھی عورتین ہی ہوتی ہین،

امریکہ مین ۵۰۰۰۰ عورتین انکم ٹکس ادا کرتی ہین، انکی مجموعی آمدنی ۵۴۸۱۱۹۹۲۵ پونڈ ہے، ۵۵۸۷۷ وہ شادی شدہ خواتین ہین جو خود مستقل آمدنی پر ٹکس ادا کرتی ہین، اور اس کی تعداد ۵۸۰۰۲۹۶۱ پونڈ تک پہنچتی ہی۔

اس وقت تک دنیائے ہوا مین سب سے زیادہ تیز رفتار فرانس کا طیارچی سدی لسونتی تھا جو گھنٹہ مین ۲۳۵ میل سفر کرتا ہی، لیکن اب امریکہ کا بہادر ہوا باز لسٹر میٹلینڈ اس سے بھی بازی لے گیا اور عموماً ۲۴۴ میل فی گھنٹہ سفر کرتا ہی اسکی سب سے تیز رفتار ۲۸۱ میل کی ہی،

ویسٹ منسٹر کی اسپتالی نمائش مین مجلس صلیب احمر نے موٹے آدمیون کے لئے ایک کرسی بنائی تھی، اور انکی زیادہ چربی کو بجلی کی رو کے ذریعہ فی گھنٹہ ۶ پونڈ کے حساب سے کم کیا جاتا تھا، چنانچہ کئی آدمیون کی ۲۸ پونڈ چربی تین دنون مین کم کیگئی اور اونکی صحت و قوت پر کچھ بھی اثر نہ ہوا،

فرانسیسی ماہرین مصریات کا خیال ہی کہ لکسر مین جو مقبرہ برآمد ہوا ہی وہ توتن خمن کا نہین ہی بلکہ اس کے دوسرے جانشین ہارن ہیب کا ہے، حال ہی مین پروفیسر اڈورڈ نویلے نے پیرس کی مجلس علمی کے سامنے اس موضوع پر ایک عالمانہ لکچر دیا اور اس مین اپنے اسی دعوی کو ثابت کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ۱۹۰۸ء مین ایک امریکن نے ہارن ہیب کے مقبرہ کے نام سے جو جگہ دریافت کی تھی

دراصل وہی توتن خمن کا مقبرہ ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا سخت افسوس ناک ہو کہ اس اکتشاف کے روح رواں لارڈ کارنیورن کا مصر ہی مین بخار سے انتقال ہوگیا، اس پر تمام حلقون مین عجیب چہ میگوئیان ہو رہی ہین، چنانچہ بہت سے روحانیت کے قائل لوگون کا خیال ہو کہ فرعون کی لاش کی کوئی ہمزاد حفاظت کرتا تھا یا اس پر کچھ نقوش اس قسم کے تھے جنکا اثر لارڈ موصوف پر مہلک ثابت ہوا،

مسٹر ٹی ڈبلو برنس نے بلجیم افریقی علاقہ سے جنگلی آدمیون کی تصاویر شائع کی ہین، اوس علاقہ کے عام باشندے ان کے مقابلہ مین بے حقیقت معلوم ہوتے ہین، اوسکا وزن ۵۰۴ پونڈ ہے،

ہندوستان کی سب سے زیادہ دودھ دینے والی گائے اونا ہو، اس نے ۲۶۰ دنون مین ۱۵۲۲۴ پونڈ دیا ہو، ایک ہفتہ مین ۶۲۳ پونڈ اور ۲۰ دن مین ۲۳۸۸ پونڈ دودھ دیتی ہے،

دریا کے اُن غسل کرنیوالون کیلئے جو غرق ہونے کے خوف سے ہمیشہ بزدل بنے رہتے ہین، ایک خاص قسم کا کپڑا بنایا گیا ہو جو بظاہر دیکھنے مین عام سوتی کپڑون سا معلوم ہوتا ہو، لیکن درحقیقت اس مین ربڑ کی نلیان لگی رہتی ہین، نہانے والے کو ڈوبنے کے ڈر سے بے خوف کردیتی ہو،

سانٹونیو (امریکہ) مین آگ بجھانے والون کی تعلیم کیلئے خاص منارے تیار کرائے گئے ہین جن کے ذریعہ ان آدمیون کو رسیون کے ذریعہ اونچے مقامات پر چڑھنا، وہان سے اترنا اور دوسرے

خوفناک حالات کے متعلق عملی تجربے کرائے جاتے ہین، یہ صورت بہت کچھ کامیاب ثابت ہو رہی ہے،

اب تک موٹر سائیکل مین کسی کو ساتھ بٹھانے کے لئے ضرورت تھی کہ ایک چھوٹی گاڑی لگائی جائے لیکن اب اسکی ضرورت بھی باقی نہین رہی، بلکہ اوسی سائیکل مین ایک سیٹ دستہ اور پائدان کا اضافہ کردیا گیا ہے اور دو آدمی نہایت آسانی سے سیر کرسکتے ہین،

داڑھی منڈنے والون کی آسانی کے لئے اب اس قسم کے استرے بنائے گئے ہین جن کے دستون سے روشنی پیدا ہوکر چہرون کو منور کردیتی ہو اور داڑھی تاریکی مین بھی نہایت آسانی سے منڈی جاسکتی ہو،

پیرس کی سڑکون کی صفائی کے لئے اب تین پہیون والی سائیکل استعمال کیجاتی ہو، اس کے پیچھے ایک بڑا برش لگا دیا جاتا ہو اور وہ پہیون کے ساتھ گھومتا اور سڑک کو صاف کرتا جاتا ہو،

سکرانٹو کے باشندون نے داڑھی اور مونچھون کی حفاظت کے لئے ایک کلب قائم کیا ہے، چنانچہ اس وقت اس کے ۶۰۰۰ باقاعدہ اور ۲۰۰۰ غیر معمولی ارکان ہین، حال ہی مین ارکان کی عملی کوششون کا امتحان لینے کے لئے ایک کلب نے انعامات مقرر کئے چنانچہ پہلا انعام ڈکوٹا کے ہنس لنگسیتھ کو ملا، اسکی داڑھی صرف ۷ فٹ لمبی تھی، دوسرا انعام جس شخص کو ملا وہ ۱۲ فٹ لمبی داڑھی کا مالک تھا،

نیویارک (امریکہ) کی پولس نمائش مین ایک ایسی بندوق دکھائی گئی جو نہایت آسانی سے مٹھی مین چھپائی جاسکتی ہے لیکن اس قدر خوفناک ہے کہ بیک وقت نہایت ہی قلیل عرصہ مین بارہ فیر کرسکتی ہو،

امریکہ کے کارخانہ سامان حرب نے ایک شیل بنایا ہی، جو اپنے وزن، جسامت اور قوت ہلاکت مین اب تک بے نظیر ہی، اس کا وزن ۴۰۰۰ پونڈ ہی اور ایک شیل بڑے سے بڑے جنگی آہن پوش جہاز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیسکتا ہی،

دنیا کا سب سے بلند چونے کا مینار ٹوکیو مین بنایا گیا ہی، اس سے لاسلکی تار کے متعلق کام لیا جائیگا اوسکی بلندی ۷۰۲ فٹ ہی،

انگلستان مین دنیا کا سب سے بڑا اکھاڑا بن رہا ہی، یہ ۸۰۰ فٹ لنبا اور ۴۰۰ فٹ چوڑا ہوگا اور ۲۵۰۰۰ تماشا بین اس مین شریک ہو سکینگے اسکا رقبہ ۱۲۰۰ ایکڑ کا ہی،

جرمنی کے دو بھائی اور ایک بہن جو علی الترتیب ۱۸، ۱۷ اور ۱۴ سال کے ہین، مدعی ہین کہ ان کا مجموعی وزن جو ۱۳۵ پونڈ ہی دنیا کے ہر تین آدمیون کے وزن سے زیادہ ہی،

نیویارک کے محکمہ پولیس نے اونکی تعلیم کیلئے بائسکوپ کے پردون پر مجرمون اور اہل پولس کے مقابلہ کی تصاویر دکھانی شروع کی ہین، اور نوآموزون کو ہوائی پستول دئے جاتے ہین کہ ان مجرمون پر اس طرح گولی چلادین کہ پولس والون کو مطلقاً نقصان نہ پہونچے، چنانچہ موقع دیکھکر وہ پستول چلاتے ہین، اور اس مین سے بجائے گولی کے ایک روشنی نکلتی ہی جو نشانہ پر ٹکراتی ہی اور اس سے معلوم ہوجاتا ہی کہ نشانہ صحیح تھا یا غلط،

برطانیہ اور امریکہ مین چند سالون سے دیہاتون کو جانیوالی ریلین بجلی کے ذریعہ چلائی جاتی تھین اور مالی حالت کی نزاکت کی وجہ سے بڑی لائنون کے انجن بجلی کے ذریعہ چلائے نہ جا سکتے تھے، لیکن اب برطانیہ اس قابل ہوگیا ہی، اور وہان بھی بڑے انجن بجلی کے ذریعہ چلتے ہین،

اسٹریلیا کے علاقہ سڈنی مین بچونکو تاریخی تعلیم عملی طریقہ سے دیجاتی ہی، مثلاً اگر کسی معرکہ کے متعلق کوئی سبق دینا ہو تو لڑکون کو دو جماعتون مین منقسم کرکے مختلف جنگی پیش قدمی و پسپائی اور فتح و شکست کے ذریعہ واقعہ اُن کے ذہن نشین کیا جاتا ہی،

عالم اسلحہ سازی کی آخری ایجاد وہ ٹینک ہی جو پانی اور زمین پر یکسان چلتا ہے یہ ۱۵ فٹ لنبا اور ۶ فٹ چوڑا ہوتا ہی، اس مین ۵۷ میلیمیٹر کی توپ اور آدمی ہوتے ہین،

حال مین ۲۹ فٹ لنبی شہتیر دو موٹرون پر لاد کر لائی گئی ہے،

نیویارک مین دنیا کی سب سے بڑی موم بتی بنائی گئی ہے یہ ۱۶ فٹ لنبی ۵ فٹ موٹی اور ایک ٹن وزنی ہے، یہ بتی اطالیہ کے ایک معبد مین بھیجی جائیگی، یہ ہر سال ۲ نومبر کو ۲۴ گھنٹہ جلتی رہیگی، اور خیال ہے کہ صدیون تک کام دیگی،

گاڑیون کی آمد رفت کے انتظام کرنے والون کو اکثر ادھر اودھر مُڑنا پڑتا ہی اور تاریکی مین خطرہ رہتا ہے کہ کہین کوئی گاڑی ان کو کچل نہ دے اسی خطرہ کو دور کرنے کے لئے گو نو کی پولس کو اس

قسم کی پیٹی استعمال کرنے کو دیگئی ہے جس کے ہر دو جانب سرخ روشن بٹن ہوتے ہین، اور رات کے وقت دور ہی سے ہر شخص ان کو دیکھ سکتا ہی

کلیفورنیا کے ایک شخص کا دعوی ہی کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے مرغی کے انڈے کا مالک ہے لنبائی مین وہ ۷،۸۷ انچ ہی اور گولائی مین ۶،۷۵ انچ،

حال مین ایک مشین ایجاد ہوئی ہے جو تین منٹ کے اندر خود ہی جوتے کو پوچھتی، صاف کرتی اور پالش کرکے چمکا دیتی ہے، اس کی شکل اس ترازو سی ہی جو اسٹیشنون پر ہوتی ہے اور لطف یہ کہ جوتون کے پیرون سے نکال لینے کی مطلق ضرورت نہین،

سرکاری سٹیشنری کمیشن لندن نے سنہ ۱۹۱۱ء سے تاریخ انگلستان کے متعلق ضروری معلومات وکاغذات کا ایک سلسلہ شائع کرنا شروع کیا ہی، اگر ہر سال اس کی ایک جلد شایع ہوتی رہی تو یہ سلسلہ ۱۲۳ سال مین مکمل ہوگا، یعنی سنہ ۱۹۲۳ء کی جگہ سنہ ۲۰۲۸ء،

انگلستان مین تلغراف یا ٹیلیفون کے تارون کو کھنبون کے ذریعہ پھیلانی کی جگہ اب زمین کے نیچے سے لیجایا جاتا ہی اور کچھ زمانہ بعد ایک بھی تار کا کھنبا ملک مین نظر نہ آئیگا۔

امریکہ نے اپنے جہاز کا لنگر ۳۲۳۰۰ پونڈ کا بنوایا ہی، جس کے متعلق خیال ہی کہ دنیا کا سب سے زیادہ وزنی لنگر ہے۔

ادبیات

پیام شوق

بارگاہ

سیف الملۃ غازی مصطفے کمال پاشا

از سجاد انصاری بی اے ال ال بی

اے غنچۂ شاخسار ملت — اے مژدۂ نو بہار ملت

اے حرف پیام دور فیروز — اے مونس و مایہ دار ملت

اے جنبش سیف کبریائی — اے دست کشودہ کار ملت

ماہ عز و جلال و تمکین — مہر شرف و وقار ملت

چمکا تری طرفہ کاریون سے — رنگ لیل و نہار ملت

تری شمشیر کی تجلی — صبح شب انتظار ملت

سعی پیہم سے تیری آخر — نصرت ہوئی ہم کنار ملت

قائم تری ہوشمندیون پر — یہ دورۂ کامگار ملت

اے محور گردش تمنا — اے مرکز اقتدار ملت

تو معجزۂ لب دعا ہے

تو پیکر حسن مدعا ہے

جب تو رہِ جستجو مین نکلا آوارۂ و مضطر و پریشان

ہر اک نقشِ قدم سے تیرے تھین شوق کی منزلین نمایان

ہر تار تھا رو نمائے دامن ہر چاک تھا رشکِ صد گریبان

شامِ غربت کی تیرگی مین ، اک مشعلِ طور تھی فروزان

جاہ و حشمِ سکندری تھا تیری بے مائگی ، پہ قربان

تھی بادِ خزان کی جنبشون مین موجِ نفسِ بہار پنہان

بخشا تری بے نوائیون کو نیرنگِ قضا نے ساز و سامان

تیری صحرا نوردیون مین رنگینیٔ عشرتِ گلستان

ذرہ ذرہ ترے وطن کا تیری تابانیون پہ حیران ،

تیری فیروز مندیون پر شیرازۂ کائنات نازان

تیری نکہت فروشیون سے ہر دشت مین ہی بہار بستان

ہر خار سے ہے تراوشِ گل ہر گل مین ہے شوکتِ گلستان

ہر شام مین تابشِ سحر ہے ہر صبح مین ہے فروغِ عرفان

صحرائے عرب کی بھی فضائین ہین منتظرِ ضیاے ایمان

ہر خاک کو کامیاب کر دے

ہر ذرہ کو آفتاب کر دے

مین کیا ہون؟

از مولوی محوی صاحب صدیقی، صاحبِ تالیفات

فدائے لذتِ بیدادِ آسمان ہون مین زبون خوردۂ نیرنگیِ جہان ہون مین

مرے خروش مین مضمر ہی زندگی میری حریفِ خامشی و پیکر فغان ہون مین

بھرے ہین مجھ مین بہت درد آفرین نغمے نوائے بلبلِ تاراج آشیان ہون مین

متاعِ یاس ہی سرمایۂ حیات مرا حریفِ سود ہون دلدادۂ زیان ہون مین

ہر ایک لفظ مرا ایک درسِ عبرت ہی وہ دلگداز و جگرسوز داستان ہون مین

نہان ہین برق کے شعلے مری رگ و پے مین خموش ہون تو نہ سمجھو کہ بیزبان ہون مین

مذاقِ درد نے پھونکی ہی روحِ غم مجھ مین گدازِ عشق ہون سوزِ تپِ نہان ہون مین

سرور و عیش سے ناآشنا مری دنیا جہانِ عشق مین وقفِ صد امتحان ہون مین

نہ مین سکوت شناس اور نہ آشنائے سکون نہ نالۂ جرس و گردِ کاروان ہون مین

نگاہِ حسن مین کیا قدر مجھ ستم کش کی متاعِ کاسد و یک جنسِ رائگان ہون مین

وبالِ دوشِ دو عالم ہے زندگی میری وطن کو بار ہون احباب کو گران ہون مین

ہجومِ غم سے یہ ہی حالِ خود فراموشی مجھے خبر نہین خود، کون ہون کہان ہون مین

فراغِ خاطر و راحت کہان نصیب مجھے کہ اپنی حسرتِ مردہ کا نوحہ خوان ہون مین

میری طرح نہ ہو بربادِ روزگار کوئی رہینِ کش مکشِ رنجِ بے کران ہون مین

نہ مجھ مین قوتِ تسخیر و طاقتِ تاثیر کسی غریب کی فریادِ ناتوان ہون مین

طلسم خانۂ عالم سے ہو چکا دل سیر بس اب تو منتظرِ مرگِ ناگہان ہون مین

مرا چمن نہین مانوسِ تازگیِ بہار جہان مین وہ گلِ افسردۂ خزان ہون مین

نہ شکوۂ فلک و شکوۂ نصیب مجھے شہیدِ خنجرِ بیدادِ دوستان ہون مین

جہان مین خوگرِ مضرابِ درد ساز مرا کہ وقفِ لذتِ اندوہِ جانستان ہون مین

سنو سنو! مری روداد مختصر یہ ہے اسیرِ دامِ بلا یعنی اک جوان ہون مین

قعرِ سجن سے ایک آواز

از سید حسرت موہانی

ہین وہ باوصف شانِ خودکامی — جانِ محبوبیِ دل آرامی

کامیابِ کمالِ عشق ہے دل — باوجودِ حصولِ ناکامی

عاشقی مین ہی زیبِ فرقِ جنون — طرۂ افتخارِ بدنامی

ہم نے بیباک اُن کو روک لیا — پختہ کاری سے بڑھ گئی خامی

بن گیا ہی فراقِ یار مین شوق — خلشِ انتظارِ ناکامی

پڑکے اک بار چھوٹتی ہی کہان — عادتِ مستی و مے آشامی

حسرت اُردو مین ہے غزل تیری
پرتوِ نقشِ سعدیؒ و جامیؒ

قطعۂ تاریخ

ہمارے دوست سید حسرت موہانی صاحب کو اللہ تعالی نے نواسہ عطا کیا ہی، صاحبزادی کا نام نعیمہ ہے اور نواسہ کا نام رضوان الحسن تجویز ہوا ہی، سید موہانی نے تولدِ فرزند کی کتنی اچھی تاریخ نکالی ہی،

حق نے بیٹا جو نعیمہ کو دیا — مرا فرزندِ روحانی ہے

سالِ پیدائشِ رضوان حسرت — "ثانیِ حسرتِ موہانی" ہے

باب التقریظ والانتقاد

معارف پر تنقید

(۱)

تجارب الامم کے متعلق ایک تصحیح

از ڈاکٹر محمد شفیع صاحب پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی

معارف نمبر ۶ ج ۱۰ (بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء) صفحہ ۴۵۹ پر بسلسلۂ اخبار علمیہ تجارب الامم کے متعلق چند سطرین درج ہین، ان کو پڑھکر تعجب ہوا کہ ایک علمی رسالہ جو ہمارے ملک مین اتنا بلند مرتبہ رکھتا ہو اتنی غلطیان چار سطرون مین روا رکھے!

تجارب الامم، جہان تک مجھے معلوم ہی چھ جلدون مین ہی (Caetani) نے جس نسخہ کے فوٹو قسطنطنیہ سے حاصل کئے اس کے آخر مین چھٹی جلد پر کتاب کا ختم ہونا مذکور ہے، اور انسائکلوپیڈیا آف اسلام مین بھی ملاحظہ ہوا بن مسکویہ چھٹی جلد کو آخری جلد تسلیم کیا ہی، چھٹی جلد ۳۶۹ کے واقعات پر ختم ہی، اور یہی یاقوت نے معجم الادبا (ج ۲ ص ۹۱) مین لکھا ہی،

ڈخویہ نے ۱۸۷۱ء مین جو حصہ تجارب کا شائع کیا اس مین ۱۹۶ سے ۲۵۱ تک کے واقعات ہین، اور وہ بظاہر اصل کتاب کی چوتھی جلد سے لیا گیا ہی، جس مین ۱۹۱ سے ۲۸۳ تک کے واقعات ہین معلوم نہین آپ اس کو چھٹی جلد کیون کہ رہے ہین،

اسی سلسلہ مین آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ گب ٹرسٹ نے کایٹانی کے فوٹو گراف نسخہ سے عکس لیکر تجارب کی جلد اول ۱۹۰۹ء مین جلد پنجم ۱۹۱۳ء مین، اور جلد ششم ۱۹۱۷ء مین شایع کی،

پروفیسر مارگولیت نے سات جلدین تجارب کی شائع نہین کین، بلکہ یون کہئے کہ، جلدون مین ایک کتاب تجارب) شائع کی گئی ہی جس مین تین جلدین عربی متن کی ہین اور تین جلدون مین انکا انگریزی ترجمہ ہے، اور ایک جلد مین مقدمہ اور فہرست ہی، عربی متن ابن مسکویہ کی تقسیم کے مطابق تجارب الامم کی پانچوین جلد کے اس حصے اور چھٹی (یعنی آخری) جلد سالم پر مشتمل ہی (واقعات ۲۹۵ھ سے ۳۶۹ھ تک کے) اس کے علاوہ ذیل ابی شجاع اور ایک ٹکڑا تاریخ صابی کا بھی شامل ہی؛

آمدروز نے عربی کے متن کی تہذیب خود ہی کی، بلکہ متن مین سے ۲½ جلدین اسکی زندگی مین چھپ گئی تھین، البتہ ترجمہ مارگولیت نے کیا، اور تیسری جلد کے نصف کو پریس مین بھیجا اور پروف پڑھے، صرف ساری کتاب پر آمدروز کا پڑا؛

(۲)

کیا ہندون مین عقیدۂ وحدۃ الوجود مسلمانون سے آیا؟

از مولوی معین الدین صاحب انصاری فرنگی محلی متعلم کیمبرج

محترمی و مکرمی مولنا سید سلیمان صاحب

السلام علیکم، ایک مضمون ملفوف کرتا ہون جو شاید معارف کے کام آئے، یہ ڈاکٹر نکلسن کا مضمون ہی جو موصوف نے مسلم ایسوسی ایشن کے آج کے جلسہ مین پڑھا تھا، مجھے بعض حیثیات سے یہ دلچسپ معلوم ہوا، اس لیے مین نے اس کے ترجمہ اور اشاعت کی اجازت ڈاکٹر صاحب سے لے لی، افسوس ہی کہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے مین خود اسکا ترجمہ نہین کر سکا ورنہ ترجمہ کا بار معارف کے سر نہ ڈالتا، خیر امید ہی کہ اگر آپ پسند فرمائنگے تو اس کو جلد ہی شائع بھی کر دینگے،........

....

مولانا عبد السلام صاحب کا مضمون جو وحدۃ الوجود پر معارف مین شائع ہوا تھا وہ مین نے

بغور پڑھا تھا، ملفوفہ مضمون سے مولانا کے بعض مسائل پر ایک نئے رخ سے روشنی پڑتی ہی، مجھے مولانا کے اس قول پر بہت کچھ اعتراض ہی کہ "ہندؤن مین وحدۃ الوجود کا قائل صرف ایک فرقہ تھا جسکی تعداد محدود تھی، اس کے ساتھ ہندو مغلوب و محکوم تھے اور ایک مغلوب و محدود فرقے کا اثر تمام دنیائے اسلام مین نہین پھیل سکتا تھا، بلکہ ظن غالب تو یہ ہی کہ خود ہندؤن نے ملتان مین باطنیون ہی سے اس عقیدہ کو اخذ کیا" کم از کم اس آخری فقرہ کی صحت کا حال تو صرف ان تاریخی حقیقت سے واضح ہو سکتا ہی کہ فرقہ باطنیہ کیا معنی خود "اسلام" بھی وجود مین نہین آیا تھا جب سے وحدۃ الوجود کا مسئلہ ہندؤن کے ہان موجود ہے۔ البتہ یہ ضرور قیاس مین آسکتا ہی کہ ہندؤن نے شاید اپنے قدیم عقائد وحدۃ الوجود کی تجدید باطنیہ کے ذریعہ سے کر لی ہو، دوسرے حاکم یا محکوم ہونا تو کسی قسم کے مبادلۂ عقائد کا مانع نہین ہی، ہندوستان مین مدت تک مسلمان حاکم رہے مگر اسی حکومت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہندی مسلمانون کا کوئی گروہ کوئی فرقہ ایسا نہین جو عقائد ہنود سے متاثر نہوا ہو۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسلمان تصور وحدۃ الوجود کے اختیار کرنے مین آریائی قومون کے شرمندۂ احسان نہین ہین تاریخ ہنود کو اس طرح نظر انداز کرنا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہی۔ یہ امر کہ "تمام دنیائے اسلام" مین یہ تصور اس وجہ سے نہین پھیل سکتا تھا (کہ اگر مسلمانون نے ہندؤن سے سیکھا ہو تب بھی) ہندؤن کا وحدۃ الوجودی فرقہ "محدود" تھا ایک بے معنی بات ہی، فرقۂ باطنیہ بھی کسی زمانہ مین ایک "محدود" ہی فرقہ ہو گا جس کے تخیلات کی اشاعت اتنے وسیع پیمانہ پر ہو سکی۔ جس طرح کسی اسلامی "محدود فرقہ" سے نئے عقائد سیکھ کر ان عقائد کی اشاعت کیجا سکتی ہی اسی طرح ایک غیر مسلم "محدود فرقہ" کی تعلیمات بھی مسلمانون مین رائج ہو سکتی ہین، مسلمانون کو تو ہمیشہ آریائی قومین گھیرے رہین اسپین اور افریقہ مین بھی آریائی اقوام کا ساتھ نہین چھوٹا، پھر یونانی، ایرانی اور ہندی علوم کا جو اثر ابتدا سے فلاسفۂ اسلام پر رہا ہے اس کو نظر انداز کر کے یہ کہنا کہ مسلمان ان خارجی تعلیمات سے متاثر ہو ہی نہین سکتے تھے درست نہین، میرے خیال مین کوئی وجہ نہین کہ مسلمان ان عقائد سے متاثر نہ ہوئے ہون

مین جس بناپراس یورپین قول کا مخالف ہون کہ اہل اسلام مین وحدۃ الوجود کا تصور درِاصل بیرونی اثرات سے پیدا ہوا وہ یہ ہی کہ یہ تصور کوئی ایسا انوکھا تصور نہین ہی جو کسی قوم یا فرد قوم کے ساتھ مخصوص کردیا گیا ہو، بلکہ یہ ایک ذہن کی فلسفیانہ پرواز کا ادنی کرشمہ ہے جو ہر ذات متفکر کے قیاس مین بغیر خاص تربیت یا اطلاع کے آسکتا ہی- اب اگر غیر آریائی مسلمانون نے آریائی قومون سے وحدۃ الوجود کے بارہ مین کچھ سنا ہو تو وہ ان کیلیے کوئی انوکھی بات نہ ہوگی تاریخ شاہد ہی کہ اس تصور کو فلسفہ اور مذہب سے منطبق کرنے مین مسلمانون کے بعض گروہون نے کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا- اور اس اثنا مین اگر انھون نے آریائی تعلیمات سے مددلی ہو جیسا کہ دیگر مسائل پر غور کرنے مین مسلمان وسیع النظر رہے ہین تو کوئی حیرت کی بات نہین- بلکہ میرے خیال مین اس سے نہ تو کوئی انکار کرسکتا ہی، اور نہ انکار کی حاجت ہی، اس پر بھی جو انکار کرے تو بار ثبوت اسی کی گردن پر ہوگا- دوران گفتگو مین مین نے یہ خیال ڈاکٹر نکلسن سے عرض کیا، موصوف یورپین ہین مگر اس خیال مین اُنھون نے بھی اہل یورپ کے قول کو ان کے تعصب پر محمول کیا، بلکہ فرمانے لگے کہ "بعض یورپ والے تو اس تصور وحدۃ الوجود کے ماسوا خود تصوف اسلام کو خارجی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتے ہین اور تصوف کی اصل آریائی تخیل کو قرار دیتے ہین! حالانکہ اگر اسلام کبھی آریائی نسلون سے مانوس نہ ہوا ہوتا تب بھی تصوف کے جو کچھ ضمنی تصورات مسلمانون مین آج ہین تقریباً یہی رہتے" ڈاکٹر صاحب نے بار بار اس پر زور دیا کہ مسلمانون کا تصوف اور نظریۂ وحدۃ الوجود دونون اصولاً اور لازماً آیات قرانی سے مستنبط ہین، گو اس مین شک نہین کہ بعض گروہ ایسے استنباط کو ایک شیطانی حرکت قرار دیتے ہین، مگر دوسرے مسلمان صوفی اپنے اسی استنباط کو اصل ایمان سمجھتے ہین "

مَطْبُوعاتِ جَدِیدہ

نیرنگ ارض، زمین، رات دن، ہوا، بخارات، اوس، کہرا، ابر، پانی، ہوا، دریا، پہاڑ، جزیرہ، آتش فشان وغیرہ، مناظر قدرت کے طبیعی حالات پر گذشتہ سالون مین مختلف رسائل مین سید راحت حسین صاحب بی اے، بی ال ٹیچر اکے جو مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے عام طور پر پسند کیے گئے نیرنگ ارض مفید اضافہ اور جدید ترتیب کے ساتھ انھین مضامین کا مجموعہ ہی جسکو مصنف نے سرکار عالیہ بھوپال کی شاہانہ فیاضی کی بدولت ایک کتاب کی صورت مین شائع کیا ہی، کتاب سہل دلچسپ اور فلسفۂ طبعیات کے مبتدیون کیلیے مفید ہی ہم طلبہ اور مبتدیان مدارس کے لئے اس کتاب کی سفارش کرتے ہین، مکاتب اور ابتدائی مدارس کے نصاب کے لئے بھی یہ کتاب کارآمد ہی، قیمت عہ پتہ: منیجر مطبع آگرہ اخبار نئی بستی آگرہ

مکتوبات آزاد، شمس العلما مولانا آزاد مرحوم کے خطوط کا مجموعہ ہے جنکو جناب آغا محمد طاہر صاحب نے ترتیب دے کر شائع کیا ہی- آزاد کی زبان کا کیا کہنا، یہ خطوط زیادہ تر شاگردون کے نام، محکمہ کے افسرون کے نام لکھے گئے ہین، آخر مین "گلدستۂ ادب" کے عنوان سے ان خطوط کا بھی اضافہ کیا ہے جو معاصرین نے آزاد کے نام روانہ کیا تھا، ان مین سرسید اور غالب کے بھی چند خطوط ہین، شروع مین خواجہ حسن نظامی اور حکیم سید ناصر نذیر فراق کے دو دیباچے ہین جنکو مفید تبصرہ سے زیادہ دو شخصون کے تعلقات کی پرلطف داستان کہنا بہتر ہے، قیمت عہ پتہ:- آزاد بک ڈپو لاہور،

باپ کا گناہ، حکیم احمد شجاع بی اے علیگ نئے لوگون مین ایک کامیاب افسانہ نویس ہین- "باپ کا گناہ" انھین کے قلم سے نکلا ہوا ایک افسانہ ہی جس مین مصنف نے ڈرامہ کے پیرایہ مین دکھایا ہی کہ "بزرگون کے گناہ اولاد کی سزا بن کر ظاہر ہوتے ہین" کتاب دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے اور ڈرامہ کی حیثیت

سے بھی اسکی تعریف سے سکوت نہین کیا جاسکتا، بلکہ متعدد حیثیات سے اوسکو اردو ڈرامامین اصلاح اور ترقی کا نمونہ کہا جاسکتا ہی دار الاشاعت پنجاب لاہور سے طلب فرمائیے، قیمت عہ

مکاتیب اکبر، اکبر مرحوم کے خطوط کا ایک مجموعہ خواجہ حسن نظامی صاحب شائع کرچکے ہین، یہ ایک دوسرا مجموعہ ہے جس مین ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۲ء تک کے وہ خطوط ہین جنکو حضرت اکبر نے مرزا ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے نام لکھا تھا۔ ان خطوط مین زیادہ شعروسخن کے تذکرے یا کاتب کے حالات و واردات کا بیان ہی خط کی ترتیب تاریخ وار ہے، جناب مرتب نے مختصر سے مقدمہ کے ساتھ خطوط کی فہرست لگادی ہی اور ہر خط کے خلاصہ مضمون اور نوعیت کو ظاہر کردیا ہی۔ مجلد عہ غیر مجلد عہ پتہ:۔ دائرہ ادبیہ لکھنؤ،

مسائل حاضرہ، جناب غلام نبی خانصاحب ایڈیٹر انقلاب ایک انقلاب پسند اشتراکی ہین و مزدورون کے بہت حامی ہین، پرامن، اور بے تشدد تحریکون کے ہم نوا نہین، تمام کانگریسی لیڈرون سے اس لئے بیزار ہین، کہ اونکے خیال کے بموجب ان پر سرمایہ دارون کی طرفداری کا الزام ہی تحریک عدم تعاون کو وہ ایک مفید چیز سمجھتے ہین بشرطیکہ مزدورونکی عام ہمدردی اس کی پشت پر ہو، اور عدم تشدد کی قید نہ ہو، زیر تنقید رسالہ (مسائل حاضرہ) انھین کی تصنیف ہی، جس کے ذریعہ سے وہ ملک کو عموماً اور مزدورون اور کسانون کو خصوصاً سرمایہ داری کے خلاف انقلابی کاروائیون کی طرف دعوت دیتے ہین، ہم کو مصنف کے سیاسی عقائد کے ساتھ اتفاق نہ ہو تب بھی ان کے خیالات کو قدر کی نگاہ سے پڑھنا چاہئے اور سیاسیات ہند کے ساتھ دلچسپی لینے والون کے لئے یہ کتاب مفید ہے، بشرطیکہ مزاج بہت زیادہ جلد باز یا متاثر نہو، قیمت ۸ر پتہ: اصلاح بک ڈپو لاہور،

قاعدہ اساس القرآن، گوجرانوالہ پنجاب کے ایک ذی علم بزرگ مولوی برکت علی صاحب نے فن تعلیم کے جدید اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سہل ترین قاعدہ قرأت (اساس القرآن) تصنیف کیا ہی جسمین حروف کی شناخت حروف کے مخارج، قرآن مجید کے خاص تلفظات، قرآن پڑھنے کے مشقی اسباق لکھے ہین، قیمت ۴ر، پتہ: منشی محمد حسین بی اے۔ بی ٹی مکار خانہ اساس گوجرانوالہ،

مجلد یازدہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

اطلاع

جن خریدارون کی میعاد جون مین ختم ہوتی ہے، وہ اپنا چندہ براہ کرم بذریعہ منی آڈر مع نمبر خریداری دفتر مین بھیجدین، ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ ویلو ارسال ہوگا،

"منیجر"